

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿عقائد کا بیان﴾

عقیدے کی تعریف:- علامہ سید شریف جرجانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں، مَا يُقْصَدُ فِيهِ نَفْسُ الْإِعْتِقَادِ دُونَ الْعَمَلِ - یعنی عقیدہ وہ شے ہے کہ جس میں محض اعتقاد کا ارادہ کیا جاتا ہے، نہ کہ عمل کا۔ (تعریفات - باب العین - جزء 1 - صفحہ 48 - المکتبۃ الشاملۃ)

مصباح اللغات میں ہے، جس پر پختہ یقین کیا جائے، جس کو انسان اپنا دین بنائے اور اس کا اعتقاد رکھے۔ (صفحہ 566)

عقائد کی اقسام:-

ان کی دو اقسام ہیں:- (1) عقائد اسلام - (2) عقائد اہل سنت -

عقائد اسلام:- ان نظریات کا نام ہے کہ جن پر اعتقاد دو یقین، اسلام میں داخل اور عدم اعتقاد، اس سے خارج کر دے۔

عقائد اہل سنت:- ان نظریات کا نام ہے کہ جن پر اعتقاد دو یقین ایک خاص گروہ و جماعت میں داخل اور عدم اعتقاد، اس سے خارج کر دے۔

فقہ کی اقسام:-

اس کی دو قسمیں ہیں:- (1) فقہ اصغر - (2) فقہ اکبر -

فقہ اکبر:- جس میں عقائد اسلام کو دلائل کے ساتھ جانا جائے۔ اس علم کو علم کلام کہتے ہیں۔ اس سے وابستہ علماء کو علماء متکلمین کہتے ہیں۔ اور ان مسائل کو اصول کہا جاتا ہے۔

فقہ اصغر:- جس میں احکام شرعیہ عملیہ کو ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ جانا جائے۔ اس علم کو علم فقہ کہا جاتا ہے۔ ان سے وابستہ علماء، فقہاء کہلاتے ہیں اور ان مسائل کو فروع کہا جاتا ہے۔

دلائل عقائد چار ہیں:- (1) قرآن - (2) سنت - (3) عقل سلیم - (4) سوادِ اعظم -

(1) قرآن:- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ - یعنی یہ متقین کے لئے ہدایت ہے۔ (بقرہ - 2)

(2) سنت:- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا - یعنی یہ رسول جو تمہیں دیں، اسے لو اور جس سے منع کریں، اس سے رک جاؤ۔ (حشر - 7)

(3) عقل سلیم:- أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ اتَّقَوْا أَفَلَا تَعْقِلُونَ - یعنی پس کیا وہ زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے والوں کا کیا انجام ہوا اور ان کے لئے آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے، جو پرہیزگار ہیں، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو۔ (یوسف - 109)

(4) سوادِ اعظم:- لَا يَجْمَعُ اللَّهُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ أَبَدًا وَيُذِلُّ اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ هَكَذَا فَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَانَّهُ مِنْ شَذْذِ فِي

النار - یعنی اللہ میری امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا دستِ رحمت، اس طرح جماعت پر قائم رہتا ہے، پس بڑی جماعت کی

پیروی کرو، جو علیحدہ ہوا، وہ جہنم میں علیحدہ کیا گیا۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم - صفحہ 199 - المکتبۃ الشاملۃ)

اہل سنت و جماعت:-

رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، إِنَّ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثَلَاثِينَ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَإِنْ هَذِهِ الْمِلَّةُ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ ثَنَانٍ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَالْوَّاحِدَةُ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ۔ یعنی بے شک تم سے پہلے اہل کتاب 72 فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور بے شک میری یہ امت عنقریب 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، ان میں سے 72 جہنمی اور ایک جنتی ہوگا اور وہ یہی جماعت ہے (جو میرے اور میرے اصحاب کے عقیدے پر ہوگی)۔ (ابوداؤد۔ باب شرح السنۃ۔ حدیث 4597۔ المکتبۃ الشاملۃ)

اہل سنت میں عقائد کے سلسلے میں دو بڑے گروہ ہیں:-

- (1) اشاعرہ:- ابوالحسن اشعری کی جانب منسوب ہیں۔ ان کا اصل نام علی بن اسمعیل تھا۔ سلسلہ نسب حضرت ابوموسیٰ اشعری تک پہنچتا ہے۔ یہ اہل سنت میں رئیس المتکلمین کہلاتے ہیں۔ 260 میں پیدا ہوئے اور 330 میں وصال ہوا۔
- (2) ماتریدیہ:- ابومنصور ماتریدی کی جانب منسوب ہیں۔ ماترید سمرقند کی بستیوں میں سے ایک تھا۔ یہ اسی دور کے تھے اور امام اعظم عقائد میں انہیں کے دلائل کو اختیار فرماتے ہیں۔ (العبر اس شرح شرح عقائد)

عقائد میں تقلید:- عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ۖ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ۖ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ

وَأَبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔ یعنی ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے کہا، یہ کیسے بت ہیں، جن کے سامنے تم بادل بیٹھے ہوئے ہو؟... انہوں نے کہا، ہم نے اپنے بڑوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔ فرمایا، بے شک تم اور تمہارے آباء واجداد واضح گمراہی میں مبتلا تھے۔ (انبیاء-52، 54)



درست عقیدے کی اہمیت

- (1) نجات کی شرط:- وَالْعَصْرِ ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۚ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ یعنی اس زمانہ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔ (عصر)

- (2) جنت میں دخول:- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا۔ یعنی اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، عنقریب ہم انہیں ایسے باغات میں داخل کریں گے، جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ حق ہے اور بات میں سچا ہونے کے اعتبار سے اللہ سے زیادہ کون سچا ہو سکتا ہے؟.. (النساء-122)

غلط عقیدے کا وبال

لعنت کا مستحق ہونا اور دائمی طور پر جہنم میں داخلہ:- إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۖ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ۔ یعنی وہ جو کافر ہوئے اور اسی حالت میں مر گئے، ان پر اللہ،

فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے، ان سے عذاب کم نہیں کیا جائے گا اور ان پر نظر رحمت نہ ہوگی۔ (بقرہ-162، 161)

☆ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ - یعنی بے شک وہ لوگ جو کافر ہوئے یعنی اہل کتاب اور مشرکین، وہ جہنم کی آگ میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ ہی مخلوق میں، سب سے بدتر ہیں۔ بے شک وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، یہ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ (البینہ-6، 7)

☆ وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ - یعنی اللہ نے منافق مرد و عورت اور کفار کے لئے جہنم کا ارادہ فرمایا ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ ان کے لئے کافی ہے اور ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے ہمیشہ باقی رہنے والا عذاب ہے۔ (التوبہ-68)

☆ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٍّ وَلَا نَصْرَانِيٍّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ - یعنی اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے کہ اس امت میں سے جو بھی یہودی یا نصرانی میرے بارے میں سنے، پھر جو میرے ساتھ بھیجا گیا، اس پر ایمان لائے بغیر مر جائے، تو ضرور جہنمیوں میں سے ہوگا۔

(مسلم۔ وجوب الایمان برسالة۔ صفحہ 365۔ المکتبۃ الشاملۃ)

☆ رسول اکرم (ﷺ) کا فرمان ہے، صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَيْسَ لَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبٌ الْمَرْجُئَةُ وَالْقَدَرِيَّةُ - یعنی میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں، جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ مرجئہ اور قدریہ۔ (ابوداؤد۔ باب ماجاء فی القدریہ۔ جزء 8-ص 43)

وضاحت: مرجئہ، جبریہ بھی کہلاتے ہیں۔ ان کے نزدیک، انسان مجبور محض ہے۔ سب افعال من جانب اللہ ہوتے ہیں، انسان افعال کے سلسلے میں ایسے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے کہ چکی چل پڑی، لیکن چلاتا کوئی اور ہے۔ قدریہ، منکر تقدیر ہیں۔

نوٹ: غلط عقیدے والا بد مذہب کہلاتا ہے اور بد مذہبین سے میل جول شرعاً ممنوع و حرام۔

☆ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، الْقَدَرِيَّةُ مَجْهُوسٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ إِنْ مَرَضُوا قَلًا تَعُوذُوهُمْ وَإِنْ مَاتُوا قَلًا تَشْهَدُوهُمْ - یعنی قدریہ، اس امت کے مجوسی ہیں، اگر یہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں نہ جاؤ۔ (ابوداؤد۔ جزء 12-ص 312)

☆ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، لَا تُجَالِسُوا أَهْلَ الْقَدَرِ وَلَا تُفَاتِحُوهُمْ - تقدیر کا انکار کرنے والوں کے ساتھ نہ اٹھو بیٹھو، نہ ہی گفتگو میں ابتداء اور خندہ پیشانی سے کام لو۔ (ابوداؤد۔ باب القدر۔ جزء 12-ص 318)



﴿ایمان و کفر﴾

ایمان کی تعریف:-

جمہور کے نزدیک صرف تصدیق بالقلب یعنی سید عالم (ﷺ) جو کچھ لے کر آئے، دل سے اس کی تصدیق کرنا یعنی اس کے حق اور سچ ہونے کا یقین رکھنے کا نام ایمان ہے۔ جب کہ اجرائے احکام اسلام کے لئے مطالبے کے وقت زبان سے اقرار یا مسلمانوں کے شعائر اختیار کرتے ہوئے، کم از کم اس کا اعلانیہ انکار نہ ہونا لازم ہے۔ (عامہ کتب)

دلیل:-

(1) قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ۔ یعنی دیہاتیوں نے کہا، ہم ایمان لے آئے۔ آپ فرمائیں، تم ایمان نہیں لائے، لیکن یوں کہو کہ ہم نے اطاعت کی اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

(حجرات-14)

(2) وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور

وہ ایمان والے نہیں۔ (بقرہ-8)

ایمان کی اقسام:-

اس کی 5 قسمیں ہیں۔ (1) مطبوع۔ جیسے فرشتوں کا ایمان۔ (2) معصوم۔ جیسے انبیاء کا ایمان۔ (3) مقبول۔ مؤمنین کا ایمان۔ (4) موقوف۔ بدعتیوں کا ایمان۔ (5) مردود۔ منافقین کا ایمان۔ (کتاب التعریفات)

ایمان و اسلام کے اعتبار سے اقسام:- چار ہیں۔

(1) مؤمن و مسلمان۔ (2) نہ مؤمن، نہ مسلمان۔ (3) فقط مؤمن۔ (4) فقط ظاہری مسلمان۔

کفر کی تعریف و ثبوت:-

ضروریات دین کے علاوہ کسی شے کا انکار کفر نہیں، اگرچہ اس کا ثبوت قطعی دلائل سے ہی کیوں نہ ہو۔ ضروریات دین کی تعریف کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

ضروریات دین سے مراد وہ امور ہیں کہ جن کے علم میں عوام و خواص سب برابر شریک ہوں۔ عوام سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جن کا دین کے ساتھ تعلق اور علماء کے ساتھ میل جول ہے۔ (فتاویٰ رضویہ۔ جلد (1) جدید۔ صفحہ 181)

چند ضروریات دین یہ ہیں:- (1) اللہ عز و جل کا موجود و واحد و معبود ہونا۔ (2) وجود انبیاء علیہم السلام۔ (3) قرآن کا اللہ عز و جل کا کلام ہونا۔ (4) اس میں کسی قسم کی تحریف ممکن نہ ہونا۔ (5) جنوں، جنت اور دوزخ کا وجود۔ (6) فرشتوں اور حساب و کتاب کا وجود۔ (7) صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا گمراہی پر متفق نہ ہونا۔ (8) حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا صحابی ہونا۔ (9) اللہ عز و جل کا بے عیب ہونا۔ (10) عالم کا حادث ہونا۔ (11) انبیاء (علیہم السلام) کے معجزات۔ (12) نماز و روزے کی فرضیت۔ وغیرہا

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مزید فرماتے ہیں:-

غرض، ضروریات کے علاوہ کسی شے کا انکار کفر نہیں، اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عندا تحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا، مگر اس کا انکار کہ جس کی تصدیق نے اسے دائرۂ اسلام میں داخل کیا تھا۔ اور وہ فقط ضروریات دین ہی ہیں۔ كما حققه العلماء المحققون من الائمة المتكلمين (یعنی جیسا کہ ائمہ متکلمین میں سے محققین علماء نے تحقیق کی ہے)۔ اسی بناء پر خلافتِ خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں، حالانکہ اس کی حقانیت بالیقین قطعیات (مثلاً اجماع صحابہ) سے ثابت ہے

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد 5۔ صفحہ 101۔ رضا فاؤنڈیشن)

کفر کی اقسام:-

سید کو نین (ﷺ) کی لائی ہوئی باتوں کا انکار، کفر ہے اور اس انکار کی دو قسمیں ہیں۔

(1) التزای۔۔۔ (2) لزومی۔۔۔

(1) التزای:- یہ ہے کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا صراحۃً انکار کیا جائے، یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے، اگرچہ کہنے والا خود کو مسلمان کہتا رہے اور۔۔ نام کفر سے چڑکھائے۔ کفر التزای کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ کوئی شخص صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرے، جیسا کہ بعض جہال کا خیال ہے۔ بلکہ اس کے یہی معنی ہیں کہ جو انکار اس سے صادر ہوا۔ یا۔ جس بات کا اس نے دعویٰ کیا، وہ بذاتِ خود کفر اور ضروریاتِ دین میں سے کسی بات کی مخالف ہو۔ جیسے کسی کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، جن، فرشتوں، شیطان، آسمان، جنت، دوزخ یا معجزاتِ انبیاء (علیہم السلام) کا انکار کرنا۔

(2) لزومی:- یہ ہے کہ جو بات کسی نے کہی، وہ بعینہ تو کفر نہ ہو، لیکن کفر تک پہنچا دینے والی ہو۔ یعنی ایسی بات ہو کہ اگر اس کی قباحتوں پر غور کرتے چلے جائیں، تو آخر کار بطور نتیجہ، ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار لازم آئے۔ مثلاً خلافتِ صدیق و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا انکار کرنا کہ بعینہ کفر نہیں، لیکن اگر غور کیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ چونکہ ان دو خلفاء کے انتخاب میں تمام صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) متفق تھے، لہذا ان کی خلافت کا انکار، بظاہر صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے بالاتفاق کئے گئے فیصلے کا انکار نظر آئے گا، وہ اتفاق کہ جسے اصطلاح شرع میں اجماع سے تعبیر کیا جاتا ہے اور صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے اجماع کا انکار، کفر ہے۔ چنانچہ بلحاظ نتیجہ، مذکورہ انکار کفر نظر آتا ہے۔

☆ اس قسم کے انکار میں علمائے اسلام مختلف ہو گئے۔ چنانچہ جنہوں نے کلام کے انجام اور ان الفاظ سے لازم آنے والی چیز پر نگاہ رکھی، انہوں نے حکم کفر دیا۔ اور جن علماء نے صرف کلمات کو پیش نظر رکھا، انہوں نے اسے فقط گمراہی قرار دیا۔ اور تحقیق یہی ہے کہ یہ کفر نہیں، بلکہ بدعت و بد مذہبی و ضلالت و گمراہی ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید) بتحیر ما۔ جلد 15۔ صفحہ 155)

نوٹ:- اگر ضروریاتِ دین کے لئے بالخصوص کوئی نص قطعی موجود نہ ہو، تب بھی اس کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ یعنی ضروریاتِ دین کے ثبوت کے لئے کسی واضح آیت و حدیث کا ہونا ضروری نہیں، کیونکہ یہ خود انتہائی واضح و روشن ہوتی ہیں، لہذا اپنے ثبوت کے سلسلے میں کسی بھی شرعی حکم کے ثبوت سے مستغنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ضروریاتِ دین میں سے کسی مسئلے کے لئے واضح نص نہ بھی ملے، تب بھی اس کا انکار کرنے والا کافر ہو جائے گا۔

☆ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) کے ارشادات کا خلاصہ ہے کہ

اصل مدار ضروریاتِ دین ہیں اور ضروریات، اپنے ذاتی روشن ثبوت کے سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ان کے ثبوت پر کوئی نص قطعی بالکل نہ ملے، جب بھی ان کا حکم وہی رہے گا کہ انکار کرنے والا یقیناً کافر۔ مثلاً تمام عالم حادث ہے یعنی پہلے نہ تھا، بلکہ عدم سے وجود میں آیا۔ یہ بات واضح طور پر کسی بھی آیت یا حدیث میں نہ ملے گی۔ مگر علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی غیر خدا کو قدیم مانے یعنی یوں کہے یا اعتقاد رکھے کہ یہ چیز ہمیشہ سے ہے، عدم سے وجود میں نہ آئی، تو قطعاً کافر ہے۔ وجہ وہی ہے کہ یہ مسئلہ ضروریاتِ دین میں سے ہے، لہذا اسے کسی ثبوتِ خاص کی حاجت نہیں۔

ابن حجر (قدس سرہ) لکھتے ہیں، زاد النوی فی روضة ان الصواب تقیہ بما اذا جحد مجمعا علیہ یعلم من دین الاسلام ضرورة

سواء کان فیہ نص ام لا۔ یعنی علامہ نووی نے روضہ میں اتنا مزید کیا کہ درست یہ ہے کہ اسے اس چیز سے مقید کیا جائے، جس کا ضروریاتِ اسلام سے ہونا، بالاجماع معلوم ہو، اس میں کوئی نص ہو یا نہ ہو۔ (الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاة۔ صفحہ 353)

یہی وجہ ہے کہ ضروریاتِ دین کے سلسلے میں انکار کرنے والے کی کسی وضاحت کو قبول نہ کیا جائے گا، کیونکہ جو خود واضح و روشن ہو، اسے کسی قسم کی

وضاحت کی حاجت نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد 14۔ صفحہ 266)

حکم:- کفر التزائم سے عمل و نکاح باطل اور اولاد و ولد الزنا قرار پاتی ہے، جب کہ لزومی میں استغفار، توبہ اور احتیاطاً تجدید ایمان و نکاح کروایا جائے گا۔
(در مختار۔ باب المرتد)

کفار کی اقسام:- اولاً کفار کی دو اقسام ہیں۔

اصلی:- وہ کافر ہے جو شروع ہی سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے۔ **مرتد:-** وہ ہے، جو کلمہ گو ہونے کے بعد کفر کرے۔

پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو اقسام ہیں۔ (1) کافر اصلی مجاہر۔ (2) کافر اصلی منافق۔ (3) مرتد مجاہر۔ (4) مرتد منافق۔

(1) **کافر اصلی مجاہر:-** وہ ہے جو علی الاعلان کلمہ اسلام کا منکر ہو۔ اس کی مزید چار اقسام ہیں۔

(1) دہریہ:- یہ خدا کا انکار کرتا ہے۔ (2) مشرک:- یہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو بھی معبود یا واجب الوجود مانتا ہے۔ جیسے ہندو بت پرست کہ

بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مانتے لیکن معبود مانتے ہیں۔ اور آریہ، کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں، لیکن قدیم و غیر مخلوق تسلیم کرتے ہیں۔

(3) مجوسی:- آتش پرست۔ (4) کتابی:- یہودی اور عیسائی، جب کہ دہریہ نہ ہوں۔

حکم:- ان اقسام میں سے پہلے تین کا ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل۔ جب کہ قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا، اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔

(2) **کافر اصلی منافق:-** وہ جو بظاہر کلمہ پڑھتا ہے، لیکن دل سے انکار کرتا ہے۔ یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔

(3) **مرتد مجاہر:-** وہ جو پہلے مسلمان تھا، پھر علانیہ طور پر اسلام سے پھر گیا، کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا۔ اب چاہے یہ دہریہ ہو گیا ہو یا مشرک یا مجوسی

یا کتابی۔

(4) **مرتد منافق:-** وہ جو کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے، لیکن ساتھ ساتھ اللہ (عزوجل)..... یا..... رسول اللہ (صلی

اللہ علیہ وسلم) یا کسی نبی کی توہین.. یا.. ضروریات دین میں سے کسی شے کا انکار کرتا ہے۔

حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے کہ اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا، اس کا نکاح کسی سے بھی نہیں ہو سکتا، چاہے مسلمان سے کرے یا اپنے جیسے کسی

مرتد سے۔ جس سے بھی کرے گا، زنائے خالص ہوگا۔ نیز یہ مرتد مرد ہو یا عورت، سب کا ایک ہی حکم ہے۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ۔ جلد 14۔ صفحہ 327)



ضروری اصطلاحات

اولاً چند امور کی تعریفات ذہن نشین رکھیں۔

واجب الوجود:- جس کا وجود ضروری ہو..... یا..... جو تمام عالم کے وجود کا سبب ہو۔

قدیم و ازل:- جو ہمیشہ سے ہو یعنی جس پر کبھی عدم (یعنی نہ ہونا) طاری نہ ہوا ہو۔

ابدی:- جو ہمیشہ رہے یعنی اس پر کبھی فنا طاری نہ ہو، نہ عارضی، نہ دائمی۔

ممکن الوجود:- جس کے وجود کے لئے کوئی دوسرا وجود علت و سبب بنے۔ اسی کو مقدور و حادث و مخلوق بھی کہتے ہیں۔

محال:- جو کبھی وجود میں نہ آ سکے۔

ممکن:- جو وجود میں آچکا ہو یا اس کا وجود میں آنا ممکن ہو۔

اللہ:- هو علم لذات الواجب الوجود المستجمع لجميع الصفات الكمالية۔ یعنی وہ ایک ایسی ذات واجب الوجود کا نام ہے، جو تمام صفات کمالیہ کی جامع ہے۔

تصور ذات باری تعالیٰ:-

محال ہے۔ کیونکہ تصور تین طرح ہی قائم ہو سکتا ہے۔ (1) ذات کے بارے میں بتایا گیا ہو۔ (2) اسے دیکھا ہو۔ (3) اس کی مثل کو دیکھا ہو۔ اور یہ تینوں ذرائع مفقود ہیں۔

ذات کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) نے کچھ نہ بتایا، بلکہ پوچھنے پر اظہارِ غضب فرمایا گیا ہے۔ تفسیر کبیر میں سورہ اخلاص کے شان نزول کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

(1) مشرکین نے نبی کریم (ﷺ) سے عرض کی تھی کہ آپ ہم سے اپنے معبود کی جنس بیان کیجئے، وہ سونے کا ہے یا چاندی کا؟...

(2) یہود نے سوال کیا تھا کہ اے محمد! اللہ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا، اللہ کو کس نے پیدا کیا؟... اور اس کے بازو اور کلائی کیسی ہیں؟... اس پر سرکار (ﷺ) بہت زیادہ جلال میں تشریف لائے۔ (3) عیسائیوں نے سوال کیا تھا کہ ہمیں اپنے رب کی صفت بیان کیجئے کہ وہ زبرد لکڑی کا ہے یا... یا قوت... یا... سونے... یا... چاندی کا؟... تو یہ سورت نازل ہوئی۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝۔ یعنی آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کے کوئی اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور کوئی بھی اس کا ہم نظیر نہیں ہے۔

بلکہ فرمان باری تعالیٰ ہے، وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا۔ یعنی اور وہ اس کا، علم کے اعتبار سے احاطہ نہیں کر سکتے۔ (طہ-110)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں درست شرعی تصور:-

وہ موجود ہے اور اپنے علم و قدرت کے اعتبار سے پوری کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔



عقائد ذات باری تعالیٰ

(1) اللہ عزوجل بے نیاز و غیر محتاج اور باقی مخلوق اس کی محتاج ہے۔

☆ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ۔ یعنی اور اللہ عزوجل غنی ہے اور تم محتاج ہو۔ (محمد-38)

(2) وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

☆ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا۔ یعنی آپ فرما دیجئے کہ کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو، جو تمہارے لئے

کسی نفع و ضرر کے مالک نہیں۔ (مائدہ-76)

☆ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ - یعنی

بے شک وہ، جن کی تم، اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو، تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں، چنانچہ اللہ کے پاس رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو، تم اسی کی طرف لوٹنے والے ہو۔ (عنکبوت-17)

(3) وہ ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔

☆ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ - یعنی وہ زندہ، قائم رہنے والا ہے۔ (البقرہ-255)

(4) سب کی زندگیاں اسی کے دستِ قدرت میں ہیں، جسے جب چاہے زندہ کرے اور جب چاہے موت دے۔

☆ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ - یعنی اللہ وہ ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر تمہیں موت

دے گا، پھر زندہ کرے گا۔ (روم-40)

(5) وہی ہر شے کا خالق ہے، ذوات ہوں یا افعال، سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔

☆ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً - یعنی وہی ذات ہے، جس نے جو کچھ زمین میں ہے، تمہارے لئے

پیدا فرمایا۔ (البقرہ-29)

(6) وہ ہر ممکن پر قادر ہے، کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

☆ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - یعنی بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ (البقرہ-20)

صاحب بہار شریعت لکھتے ہیں،

جو چیز محال ہے، اللہ ﷻ اس سے پاک ہے کہ اس کی قدرت اسے شامل ہو، کیونکہ محال اسے کہتے ہیں، جو موجود نہ ہو سکے اور جب مقدور ہوگا، تو موجود ہو سکے گا اور جب موجود ہو سکے گا، تو پھر محال نہ رہا۔ اسے یوں سمجھو کہ دوسرا خدا محال ہے یعنی نہیں ہو سکتا، تو یہ اگر زیرِ قدرت ہو، تو موجود ہو سکے گا، تو محال نہ رہا اور اسے محال نہ ماننا، وحدانیت کا انکار ہے۔ یونہی فنائے باری تعالیٰ محال ہے۔ اگر تحتِ قدرت ہو، تو ممکن ہوگا اور جس کی فنا ممکن ہو، وہ خدا نہیں، تو ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا، اللہ ﷻ کی الوہیت سے ہی انکار کرنا ہے۔

(7) وہ اونگھنے سونے، تھکن اور غفلت سے پاک ہے۔

☆ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ - یعنی اسے اونگھ آتی ہے، نہ نیند۔

☆ وَلَا يَؤُودُهُ حِفْظُهُمَا - یعنی اسے زمین و آسمان کی حفاظت، تھکن میں مبتلا نہیں کرتی۔ (البقرہ-255)

☆ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ - یعنی جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ اس سے غافل نہیں۔ (البقرہ-85)

(8) اللہ ﷻ جہت و مکان و زمان و حرکت و سکون و شکل و صورت و جمیع حوادث سے پاک ہے۔

☆ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ - اس کی مثل کوئی شے نہیں۔ (شوری-11)

☆ الحجر الرائق میں ہے کہ اگر کسی نے کہا، اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور اس سے اس مضمون کو بعینہ بیان کرنے کا ارادہ کیا، جو ظاہراً احادیثِ

کریمہ سے حاصل ہوتا ہے، تو کافر نہیں اور اگر اس نے مکان مراد لیا، تو کافر ہوگا اور اگر کوئی ارادہ نہ کیا، تو اکثر کے نزدیک کافر ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر

فتویٰ ہے۔ (باب احکام المرتدین - المکتبۃ الشاملیہ)

اس کے لئے چہرے، ہاتھ اور پنڈلی کے استعمال کا مطلب :-

☆ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهَ اللّٰهِ۔ اور اللہ ہی کے لئے مشرق و مغرب ہیں۔ تو تم جہاں بھی رخ کرو، وہیں اللہ کی

رحمت متوجہ ہے۔ (البقرہ-115)

☆ إِنَّ الدِّينَ يُبَایِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَایِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ۔ بے شک وہ جو آپ کی بیعت کر رہے ہیں، وہ محض اللہ سے بیعت کر

رہے ہیں۔ اللہ کا دست قدرت، ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ (فتح-10)

☆ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ۔ جس دن شدت کھولی جائے گی۔ (قلم-42)

(9) دنیا میں، زندگی میں، اپنی ظاہری آنکھوں سے اللہ ﷻ کا دیدار، صرف نبی کریم ﷺ کے لئے خاص ہے، جو کسی اور مخلوق کے لئے ثابت

کرے، کفر ہے۔

☆ قَالَ رَبِّ ارْنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِيْ وَلَكِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِيْ فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ

لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دُكًا وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا۔ یعنی موسیٰ نے کہا، اے میرے رب! تو مجھے خود کو دکھا، میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا، تو مجھے ہرگز نہیں

دیکھ سکتا۔ اور لیکن اس پہاڑ کی جانب دیکھ، پس اگر وہ اپنی جگہ قائم رہے گا، تو عن قریب تو مجھے دیکھ سکے گا۔ پھر جب موسیٰ کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی، تو اسے

ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ (الاعراف-143)

☆ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ۔ یعنی آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا احاطہ فرماتا ہے۔ (الانعام-103)

ہاں آخرت میں ہر مسلمان کے لئے ممکن، بلکہ واقع ہوگا۔

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ کیا ہم بروز قیامت اپنے رب کو

دیکھیں گے؟... آپ نے فرمایا، ہاں۔ کیا تم دن میں، جب کہ بادل نہ ہوں، سورج کی روشنی دیکھنے میں شک کرتے ہو؟... عرض کی گئی، جی

نہیں۔ پھر فرمایا، کیا تم چودھویں کی رات میں جب کہ بادل نہ ہوں، چاند کی روشنی دیکھنے میں شک کرتے ہو؟... عرض کی گئی، جی نہیں۔ فرمایا، پس تم بروز

قیامت اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں اسی طرح شک نہیں کرو گے، جیسے ایک دوسرے کو دیکھنے میں شک نہیں کرتے ہو۔ (بخاری-حدیث-4581)

قلبی دیدار یا خواب میں یہ دیگر انبیاء علیہم السلام، بلکہ اولیاء رحمہم اللہ کے لئے بھی حاصل ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں سوا بار اللہ تعالیٰ کی

زیارت ہوئی۔

(10) اس کے افعال غرض سے پاک ہیں۔ کیونکہ غرض اس ضرورت کا نام ہے، جو فاعل کو کسی فعل کے ارتکاب کی جانب مجبور کرتی

ہے، جب کہ اللہ عز وجل افعال کے ارتکاب میں اغراض کا محتاج نہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس کا کوئی بھی فعل بے کار و عبث نہیں ہوتا۔

(11) وہ اثر قبول کرنے اور کیفیات کے وارد ہونے سے پاک و صاف ہے، ورنہ اس کے فیصلے اور ارادے کیفیات کے تابع ہوتے اور یہ بندوں کی صفت

ہے اور اللہ تعالیٰ صفات عباد سے پاک ہے۔

(12) ہر شے کا مالک حقیقی وہی ہے۔

☆ لَهُ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اسی کی ملک ہے۔ (البقرہ-255)

(13) اس سے کائنات کی کوئی شے مخفی نہیں۔

☆ یَعْلَمُ مَا یُسْرُونَ وَمَا یُعْلِنُونَ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ وہ جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں، وہ سب جانتا ہے، بے شک وہ دل

کے خطرات کا علم رکھتا ہے۔ (ہود-5)

(14) عزت و ذلت اور حکومت و اختیار کا حاصل ہونا یا چھین جانا، اسی کے قدرت و اختیار میں ہے۔

☆ قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ

بِيَدِكَ الْخَيْرُ۔ یعنی اے اللہ! بادشاہت کے مالک! تو جسے چاہتا ہے، سلطنت عطا فرماتا ہے، جس سے چاہتا ہے، اسے چھین لیتا ہے، جسے چاہتا ہے، عزت دیتا ہے، جسے چاہتا ہے، اسے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہی دست قدرت میں ہر بھلائی ہے۔ (آل عمران-26)



﴿عقائد صفات باری تعالیٰ﴾

صفات دو طرح کی ہیں۔ (1) ذاتیہ۔ (2) فعلیہ۔

(1) ذاتیہ۔ یہ وہ صفات ہیں کہ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موصوف کرنا جائز، لیکن ان کی ضد ثابت کرنا ناجائز ہو۔ یہ 8 ہیں۔

(1) حیات۔ (2) قدرت۔ (3) علم۔ (4) کلام۔ (5) سننا۔ (6) دیکھنا۔ (7) ارادہ۔ (8) قیام۔ لیکن یہ صفات اعضاء سے تعلق نہیں

رکھتیں، کیونکہ وہ تمام اعضاء سے پاک ہے۔

ان کا ثبوت:- ☆ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ۔ وہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔ (البقرہ-255) ☆ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ اور وہ سنے والا، جاننے

والا ہے۔ (البقرہ-137) ☆ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ وہ سنے والا، دیکھنے والا ہے۔ (بنی اسرائیل-1) ☆ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ

الْعُسْرَ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔ (البقرہ-185) ☆ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيرٌ۔ بے شک اللہ ہر (ممکن) پر قادر ہے۔ (البقرہ-20)

(2) فعلیہ۔ جن کی ضد کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کو موصوف کرنا جائز ہو۔ یہ بے شمار ہیں۔ چند یہ ہیں۔

(1) تخلیق (پیدا کرنا)۔: وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ۔ اور (اللہ عزوجل) نے ہر شے کو پیدا کیا ہے۔ (فرقان-2)...

(2). ترزق (رزق دینا)۔: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں کہ جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ

کرم پر نہ ہو۔ (ہود-6).....

(3) انشاء (ایجاد کرنا)۔ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ۔ اور وہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل

ایجاد فرمائے۔ (مؤمنون-78)

(4). ابداع (بغیر کسی نمونے کے بنانا)۔: بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (وہ بغیر کسی پہلے سے موجود نمونے کے) آسمانوں اور زمین کو بنانے

والا ہے۔ (انعام-101)

(5). احیاء و اماتت (زندہ کرنا اور موت دینا)۔: وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ۔ اور اللہ زندہ کرتا اور موت دیتا ہے۔ (آل عمران-156)

(6) انبات (اگانا)۔: يُنبِثُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ

يَتَفَكَّرُونَ۔ اور وہ تمہارے لئے اس (پانی) کے ذریعے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔ بے شک اس میں تفکر کرنے والی قوم کے لئے

نشانی ہے۔ (نحل-11)

(7) تصویر (صورت بنانا)۔: هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ۔ وہی ہے جو (ماؤں) کے رحموں میں، جیسی چاہتا ہے، تمہاری صورت

باتا ہے۔ (حشر-24)

(8) اشفاء (شفادینا) :- وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ - (شعراء-80)



﴿دیگر متعلقہ عقائد﴾

☆ اس کی ذات کی طرح، اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔ ورنہ دو خرابیاں لازم آئیں گی۔

(1) اللہ تعالیٰ کا عیوب سے متصف ہونا۔ (2) اللہ تعالیٰ سے زیادہ طاقت و قدرت رکھنے والی لاتعداد ذوات کا وجود تسلیم کرنا۔

☆ اس کی صفات، نہ عین ہیں نہ غیر یعنی صفات، اس ذات ہی کا نام ہو، ایسا نہیں اور نہ اس سے کسی بھی طرح جدا ہو سکتی ہیں۔

☆ اس کی صفات نہ مخلوق ہیں، نہ زیر قدرت داخل۔

شُرک :- لغوی اعتبار سے شریک کرنا اور شرعاً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرنا۔ یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ اگر انسان اسی حالت میں مر گیا، تو کبھی بخشش و مغفرت نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا**۔ یعنی بے شک اللہ، اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم (گناہ) کو، جس کے لئے چاہے، بخش دے گا۔ اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے، تو بے شک اس نے اپنے پاس سے بہت بڑا گناہ ایجاد کیا۔ (نساء-48)

☆ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول کریم (ﷺ) کے ساتھ تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں؟... پھر فرمایا، وہ تین ہیں۔ اللہ عز و جل کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔

(مسلم۔ حدیث 143۔ المکتبۃ الشاملۃ)

شرک کی اقسام :-

(1) شرک جلی (واضح شرک) :- اللہ عز و جل کی ذات و صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ اس اعتبار سے شرک کی دو اقسام ہیں۔

(1) شرک فی الذات۔ (2) شرک فی الصفات۔

(2) شرک خفی (پوشیدہ شرک) :- ریا کاری کو کہتے ہیں۔ حکم :- شرک جلی کفر اور خفی، گناہ کبیرہ ہے۔

شرک جلی کی تفصیل :-

(1) شرک فی الذات :- یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا۔ اس کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(1) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود سمجھنا۔ (2) غیر اللہ کو عبادت کے لائق سمجھنا۔

(3) اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرنا۔ (4) غیر اللہ کو قدیم سمجھنا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، **بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةً وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ**۔ یعنی بغیر کسی نمونے کے آسمانوں اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے۔ اس کے لئے اولاد کہاں سے ہوگی، حالانکہ اس کی کوئی زوجہ نہیں ہے۔ اور وہ ہر شے کا خالق ہے۔

مزید ارشاد فرمایا، وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ بْنُ ابْنِ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ۔ یعنی اور یہود نے کہا کہ عزیر، اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح، اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں۔ وہ اپنے سے پہلے کفر اختیار کرنے والوں کے قول کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو، انہیں کیسے حق سے دور کیا جا رہا ہے۔ (توبہ-30)

(2) شرک فی الصفات:- اللہ تعالیٰ کی ہر صفت جن خوبیوں سے متصف ہے، ان میں سے کسی صفت کو کسی مخلوق میں بعینہ تسلیم کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت چار خوبیوں سے ضرور متصف ہوتی ہے۔

(1) قدیم و غیر حادث ہے۔ (2) ذاتی ہے۔ (3) لامحدود ہے۔ (4) غیر فانی ہے۔

جب کہ اس کے مقابلے میں مخلوق کی صفت ان چاروں خوبیوں سے خالی ہوتی ہے۔ چنانچہ مخلوق کی صفات یہ ہیں۔

(1) غیر قدیم و حادث ہیں۔ (2) عطائی ہیں۔ (3) محدود ہیں۔ (4) فانی، لیکن یہ ضروری نہیں کہ فنا، واقع بھی ہو۔

سجدے کی اقسام:-

(1) سجدہ تعظیمی:- یعنی جو فقط سامنے والے کی تعظیم کی خاطر کیا جائے۔ جیسے فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کو سجدہ کیا۔ یہ پچھلی امتوں میں جائز، لیکن ہماری شریعت میں حرام و گناہ کبیرہ ہے، کفر نہیں۔

(2) سجدہ عبادت:- جو کسی کو معبود سمجھ کر کیا جائے۔ جیسے کفار کا بتوں کو سجدہ کرنا۔ یہ ہر شریعت میں کفر رہا اور ہے۔

نظریات و معلومات اہل سنت اور شرک:-

مزارات پر حاضری و سجدے۔ میلاد۔ اکابرین سے استمداد۔ مخلوق کی جانب سے امداد کا قائل ہونا۔ نیاز و فاتحہ۔ انگوٹھے چومنا۔ کسی کو دور سے پکارنا اور اس کے سن یاد دیکھ لینے کا عقیدہ رکھنا۔ وسیلہ۔

﴿نبوت و رسالت و انبیاء و رسل کا بیان﴾

نبی و رسول کی تعریف:- النبی من أوحى إليه بملك، أو ألهم في قلبه، أو نبه بالرؤيا الصالحة، فالرسول أفضل بالوحي الخاص الذي فوق وحى النبوة؛ لأن الرسول هو من أوحى إليه جبرائيل خاصة بتنزيل الكتاب من الله۔ یعنی نبی وہ ہے کہ جس کی جانب فرشتے کے ذریعے وحی کی گئی ہو یا اس کے قلب میں الہام کیا گیا ہو یا سچے خوابوں کے ذریعے اسے خبر دی گئی ہو۔ پس رسول، اس وحی خاص کے سبب افضل ہوتا ہے، جو نبوة والی وحی سے بلند ہوتی ہے۔ اس لئے کہ رسول، وہ ہے کہ جس کی جانب جبرئیل اللہ تعالیٰ کی جانب سے کتاب کی تنزیل کے ساتھ وحی لاتے ہیں۔ (تعریفات-239)

☆ نبوت و رسالت وہی ہے:- وَإِذَا جَاءَهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ اللَّهُ أَلَلَّهُ أَغْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ۔ یعنی ان (اہل مکہ) کے پاس جب کوئی نشانی آتی ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، جب تک کہ ہمیں ویسی (رسالت و وحی) نہ دی جائے، جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی۔ اللہ خوب جانتا ہے، کس جگہ اپنی رسالت کو رکھے۔ (انعام-124)

☆ رسل صرف مرد ہوئے ہیں:- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ - اور ہم نے آپ سے پہلے فقط مرد ہی بھیجے، جن کی طرف ہم نے وحی نازل کی۔ (یوسف-109)

☆ رسول بھی شادی کرتے ہیں، اولاد ہوتی ہے، کھاتے پیتے ہیں، وہ صرف اللہ کا پیغام ہی لاتے ہیں۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ اَنْ يَّاتِيَ بِآيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ - اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لئے بیویاں اور بچے مقدر کئے اور کسی رسول کی یہ شان نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لے آئے۔ (رعد-38)

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ - اور ہم نے آپ سے قبل مرسلین کو اسی حالت میں بھیجا کہ بے شک وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ (الفرقان-20)

☆ نبی معجزے لاتے ہیں:- وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاؤُوْهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ - اور ضرور بے شک ہم نے آپ سے قبل رسولوں کو ان کی قوم کی جانب بھیجا، پس وہ ان کے پاس معجزات لائے۔ (روم-47)

☆ ان کا کام خوشخبری و ڈر سنانا ہوتا ہے:- وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ - یعنی ہم نے رسولوں کو فقط ڈر سنانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے۔ (انعام-48,49)....

☆ رسل، مکلف ہیں:- فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ - یعنی پس ہم ان لوگوں سے سوال کریں گے، جن کی جانب رسولوں کو بھیجا گیا اور ضرور ضرور مرسلین سے بھی سوال کیا جائے گا۔ (اعراف-6)

☆ رسل کو ان کی اطاعت کے لئے بھیجا جاتا ہے:- وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ - اور ہم نے ہر رسول کو فقط اسی لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ (نساء-64)

☆ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ - اے ایمان والو! اللہ و رسول کی خیانت نہ کرو۔ (انفال-27)

☆ وقال ابن عباس : معناه لا تخونوا الله بترك فرائضه ولا تخونوا الرسول بترك سنته وقال قتادة اعلموا أن دين الله أمانة فأدوا إلى الله ما ائتمنكم عليه منه فرائضه وحدوده. یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں، اللہ سے خیانت کا معنی یہ ہے کہ اس کے فرائض کو ترک کرنا اور رسول سے خیانت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی سنت کو ترک کرنا اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ جان لو بے شک اللہ کا دین امانت ہے، پس اسے اللہ کو ادا کرو یعنی اس کے فرائض و حدود کو پورا کرو۔

☆ رسل کے ساتھ آزمائش نازل کی جاتی ہے:- وَمَا اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَخَذْنَا اَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضُرَّعُوْنَ - یعنی ہم نے جس بھی بستی میں کسی نبی کو بھیجا، تو ہم نے ان بستی والوں کو بھوک اور سختی کے ذریعے پکڑ لیا، تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں۔

(اعراف-94)

☆ انبیاء پر بھی آزمائش آتی ہے:- اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَّسْتَهُم

الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَزُلُّوْا حَتَّى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللّٰهَ اِلَّا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ - کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تمہیں داخل جنت کر دیا جائے گا، حالانکہ ابھی تو تم پر وہ آزمائشیں نہیں آئیں، جو تم سے پہلے والوں پر وارد ہوئی تھیں۔ انہیں شدید بھوک و سختی نے گھیر لیا تھا اور انہیں

ہلا کر رکھ دیا گیا، حتیٰ کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان والے کہہ اٹھے کہ کب ہوگی اللہ کی مدد؟ خبردار اللہ کی مدد قریب ہے (بقرہ-214)

☆ ہر امت پر رسول بھیجا گیا:- وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ - اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے۔ جب وہ رسول آیا، تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا۔ (یونس-47)

☆ ہر نبی پر وحی نازل کی جاتی ہے:- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُون - ہم نے آپ سے قبل جو بھی نبی بھیجا اس کی جانب یہ وحی ضرور کی گئی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری عبادت کرو۔ (انبیاء-25)

☆ رسولوں کو باہم فضیلت حاصل ہے:- تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ - یہ رسول ہیں، ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ ان میں سے کوئی وہ ہے، جس سے اللہ نے کلام فرمایا، اور ان میں سے کسی کو بیشمار درجات بلندی عطا فرمائی۔ (بقرہ-253)

☆ وصف نبوت میں سب برابر ہیں:- وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يَفْرُقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجُورَهُمْ - جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے، تو یہ لوگ ہیں، جنہیں عنقریب ان کا اجر دیا جائے گا۔ (نساء-152)

☆ آپ ﷺ سب سے افضل ہیں:- تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ - یہ رسول ہیں، ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی۔ ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کسی کو کوئی درجہ بلندی عطا فرمائی۔ (بقرہ-253)

کئی درجے بلندی حاصل فرمانے والے سے مراد ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں، جیسا کہ جامع البیان فی تاویل القرآن میں محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اور مفتاح الغیب (تفسیر کبیر) میں محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ نے اس کی تصریح کی ہے۔

☆ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفِّعٍ - رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور میں پہلا شخص ہوں گا، جس کی قبر پھٹے گی اور پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا شفاعت قبول کیا جانے والا ہوں۔ (مسلم-4223)

☆ وَأَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَلَا فَخْرَ - اور میں پہلے اور بعد والوں سے زیادہ بزرگی والا ہوں اور اس پر فخر نہیں۔ (ترمذی-3549)

☆ نبی کو علم غیب ہوتا ہے:- عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ - وہ غیب کا جاننے والا ہے، وہ اپنے منتخب کردہ رسول کے سوا کسی کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا۔ (جن-26,27)

﴿علم غیب کا بیان﴾

غیب کی تعریف:- غیب اس پوشیدہ چیز کو کہتے ہیں، جسے حواسِ خمسہ یا عقل سے نہ جانا جاسکے، بلکہ صرف کسی مقرب بارگاہِ الہی مومن و مسلمان بندے کے خبر دینے سے ہی اس کا علم حاصل ہو۔ وہ بندہ چاہے نبی ہوں یا صحابہ یا کوئی ولی۔

دلائل:- ☆ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ - اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ (عام لوگو) تمہیں غیب پر مطلع کرے، لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے، منتخب فرما لیتا ہے۔ (آل عمران-179)

☆ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ - اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ (تکویر-24)

☆ ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ - یہ غیب کی خبریں ہیں، جنہیں ہم آپ کو وحی فرماتے ہیں۔ (یوسف-102)

رسول اللہ (ﷺ) کے علم کے بارے میں عقیدہ:-

- (1) عطائی ہے۔ (2) متناہی ہے۔ (3) حادث ہے۔ (4) اس پر فناء ممکن ہے، لیکن واقع نہیں۔
- (5) آپ کو ماکان و مایکون کا علم حاصل ہے۔ یعنی جو ہوا اور جو قیامت تک ہوگا۔ قیامت کے بعد کے اسی علم کا دعویٰ ہوگا، جو بیان کیا گیا، اس کے علاوہ کو نہ ثابت مانیں گے، نہ انکار کریں گے۔
- (6) آپ کو بتدریج علم دیا گیا، ہاں تکمیل نزول قرآن اور وفات تک ماکان و مایکون کا علم حاصل ہو چکا تھا۔
- (7) تمام مخلوق کا علم، علم مصطفیٰ (ﷺ) کا ایک ذرہ ہے۔
- (8) علم مصطفیٰ (ﷺ) کو، علم الہی سے اتنی بھی نسبت نہیں، جتنی ہزاروں سمندروں کو ایک قطرے سے ہوتی ہے۔
- (9) اگر کوئی نبی کریم سے مطلقاً علم غیب کی نفی کرے، تو کافر، ورنہ گمراہ ہے۔
- (10) جو کہے کہ نبی کا علم، اللہ کے برابر یا زیادہ ہے، وہ کافر ہوگا۔

آپ کے علم غیب پر دلائل:- ☆ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ - ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی (جس میں) ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (انحل-89)

☆ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۚ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۚ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۚ 0 - بے شک اس قرآن کو آپ کے قلب میں جمع کرنا اور اس کا پڑھنا، ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ پھر جب ہم پڑھ چکیں، تو آپ پڑھے ہوئے کی اتباع کریں۔ پھر اس کی وضاحت و بیان، ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ (القیامہ-17,18,19)

یہاں دو چیزیں ثابت ہوئیں:-

- (1) ہر شے کا روشن بیان یعنی ہر شے کی تفصیل (شے موجود کو کہتے ہیں، تو لوح محفوظ بھی موجود ہے۔ اور اس کی تفصیل بھی آیت میں شامل)۔ (2) اللہ نے اپنے حبیب کو تمام قرآن سکھایا ہے۔

اب لوح محفوظ میں کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

- (1) وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌّ - (اس میں) ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔ (قمر-53)
- (2) وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ - ہم نے لوح محفوظ میں ہر شے کا شمار فرمایا دیا ہے۔ (یسین-12)
- (3) وَلَا حَبَّةٌ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ - زمین کی اندھریوں میں ہر دانے اور ہر تر و خشک

چیز کا بیان، لوح محفوظ میں ہے۔ (انعام-59)

یہاں بھی چند باتیں معلوم ہوئیں:-

(1) رحمتِ کونین (ﷺ) کو ہر موجود کا علم ہے۔ (2) نیز یہ وصف تمام قرآن کا ہے، نہ کہ چند آیات کا۔ لہذا معلوم ہوا کہ نزول کے درمیان کسی چیز کے علم کا انکار یا ثبوت، ان آیات کے ہرگز منافی نہیں۔ (3) اس علم کے تسلیم کر لینے سے، اللہ تعالیٰ کے علم سے برابری لازم نہیں آرہی ہے۔ کیونکہ برابری تو اس وقت ہو کہ جب علم الہی کو اس حد تک محدود مانا جائے۔

احادیثِ کریمہ:-

(1) حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ہمیں مخلوق کی پیدائش سے خبر دینا شروع ہوئے، حتیٰ کہ دوزخی، اپنے اور جنتی اپنے ٹھکانے میں داخل ہو گئے، جس نے یاد رکھا، یاد رکھا، جو بھول گیا، بھول گیا۔ (بخاری-2953)

(2) حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، تو آپ نے اس وقت سے قیامت تک کوئی چیز نہ چھوڑی، مگر اسے بیان کر دیا۔ جس نے یاد رکھا، یاد رکھا، جو بھول گیا، بھول گیا۔

(3) حضرت عمرو بن الخطب (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ منبر پر بیٹھے اور خطبہ دینا شروع فرمایا، یہاں تک کہ ظہر ہو گئی۔ پھر آپ اترے اور ظہر پڑھائی۔ پھر منبر پر بیٹھے اور ہمیں خطبہ دیا۔ یہاں تک کہ عصر ہو گئی۔ پھر آپ اترے اور عصر پڑھائی۔ پھر منبر پر بیٹھے اور ہمیں خطبہ دیا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمْنَا أَحْفَظْنَا پس آپ نے ہمیں جو ہوا اور جو ہونے والا تھا، سب کی خبر دے دی۔ تو ہم میں اسے زیادہ یاد رکھنے والا، زیادہ جاننے والا تھا۔ (مسلم-5149)

(4) حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک رات، خواب میں، میرا رب اللہ تعالیٰ ایک بہترین صورت میں میرے پاس آیا، پھر فرمایا اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ بلند مرتبہ فرشتے کس مسئلے میں باہم جھگڑ رہے ہیں؟... میں نے عرض کی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا، تو میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی، فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ تو میں نے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے، سب جان لیا۔ (ترمذی-3157)

(5) رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ان الله تعالى قد رفع لي الدنيا فأنا أنظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة كأنما أنظر إلى كفي هذه۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو سامنے کر دیا، تو میں اس کی طرف اور قیامت تک جو ہونے والا ہے، اس طرح دیکھ رہا ہوں، جیسے میری یہ ہتھیلی۔ (طبرانی معجم کبیر-31971)

(6) رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں، عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيُّئُهَا۔ مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کر دیے گئے۔ (مسلم-859)



﴿حاضر و ناظر﴾

لغوی و شرعی معنی:- لغوی اعتبار سے، حاضر بمعنی موجود اور ناظر بمعنی دیکھنے والا۔ شرعی لحاظ سے قوت قدسیہ رکھنے والے کا، ایک مقام پر رہتے ہوئے، پوری کائنات کو مثل کف دست کے دیکھنا، دور و نزدیک کی آوازیں سننا اور اسی جگہ سے ہاتھ بڑھا کر یا بذات خود جا کر کسی کی امداد کرنے پر قادر ہونا۔

نبی کریم (ﷺ) کے لئے عقیدہ:- آپ اپنی قبر انور میں اسی طرح حیات ہیں، جیسے آج سے کم و بیش 1500 سو سال پہلے دنیا میں جلوہ افروز تھے، دور و نزدیک کی آوازیں سن سکتے ہیں، وہیں موجود رہتے ہوئے پوری کائنات میں جہاں چاہے، ہاتھ بڑھا کر تصرف فرما سکتے ہیں، جہاں چاہے، تشریف لے جاسکتے ہیں۔

نوٹ:- لغوی معنی کے اعتبار سے اس کا استعمال اللہ تعالیٰ اور رسول کریم (ﷺ) دونوں کے لئے جائز، لیکن شرعی اعتبار سے صرف رسول اللہ (ﷺ) کے لئے جائز، اللہ تعالیٰ کے لئے بے دینی ہے۔

☆ کسی کا یہ عقیدہ نہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) جسمانی لحاظ سے ہر جگہ موجود ہیں۔ ہاں روحانی اعتبار سے ہر مومن سے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:- **النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ**۔ یعنی یہ نبی، مومنین سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اور ان کی ازواج، مومنین کی مائیں ہیں۔ (احزاب-6)

☆ نہ ہی یہ کہ ہر محفل میں آپ کا آنا لازم ہے، ہاں تشریف لاسکتے ہیں۔

اختلاف اور وجہ اختلاف:- مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم (ﷺ) بچائے الہی دور و نزدیک کی آوازیں سن سکتے، پوری کائنات میں دیکھ سکتے اور ہر جگہ تصرف فرما سکتے ہیں، حتیٰ کہ جنت میں بھی۔ چنانچہ ان کے نزدیک دور سے یا رسول کہنا، ان کے دیکھنے کا قائل ہونا، ایک جگہ سے کائنات میں تصرف کا عقیدہ، سب جائز ہے۔

بعض لوگ اسے شرک کہتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خصوصیات ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک دور سے صرف اللہ سن سکتا ہے، مخلوق نہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے پیش نظر ہے، اگر نبی کے لئے تسلیم کر لیا جائے، تو برابری لازم آئے گی اور تصرف فی العالم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔

دلائل:-

آپ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں:- حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، **إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ**۔ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا، حرام فرمادیا ہے، پس اللہ کا نبی زندہ ہے، اسے رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ-1637)

دور و نزدیک کی آوازیں سننا:- حضرت حکیم بن حزام (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں، رسول اللہ (ﷺ) اپنے اصحاب کے ساتھ تھے، تو آپ نے ان سے فرمایا، **هَلْ تَسْمَعُونَ مَا أَسْمَعُ؟** (کیا تم وہ سن رہے ہو، جو میں سن رہا ہوں؟...) انہوں نے عرض کی، ہم تو کچھ نہیں سن رہے؟... فرمایا، **إِنِّي لَأَسْمَعُ أَطِيطُ السَّمَاءِ** (بے شک میں آسمان کی چڑچڑاہٹ سن رہا ہوں)۔ (الآحاد والمثنائی لابی بکر بن عاصم-597)

☆ التحیات میں السلام علیک ایھا النبی کہا جاتا ہے، اگر نبی کریم (ﷺ) نہ سنتے، تو اس سلام کا کوئی فائدہ نہ تھا اور اللہ تعالیٰ و رسول، بے فائدہ کام کا حکم

نہیں دیتے۔

☆ عام مردہ فرشتوں کی آوازن لیتا ہے۔ قبرستان آنے والوں کے سلام کا جواب دیتا ہے، تو نبی کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔

دوروز دیکھنا: وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ۔ اور اسی طرح ہم ابراہیم

کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت دکھاتے ہیں اور تاکہ وہ مقربین میں سے ہو جائے۔ (انعام-75)

☆ تفسیر محمد بن جریر طبری متوفی (310ھ):۔ مجاہد کہتے ہیں، تفرجت لإبراهيم السماوات السبع حتى العرش، فنظر فيهن، وتفرجت له الأرضون السبع، فنظر فيهن۔ آپ کے لئے ساتوں آسمان، حتیٰ کہ عرش اور ساتوں زمینیں منکشف کر دی گئیں، چنانچہ آپ نے انہیں دیکھ لیا۔

سدی کہتے ہیں، أقیم علی صخرة وفتحت له السماوات، فنظر إلى ملك الله فيها، حتى نظر إلى مكانه في الجنة وفتحت له الأرضون حتى نظر إلى أسفل الأرض۔ آپ کو ایک چٹان پر کھڑا کر دیا گیا اور آسمانوں کے دروازے کھول دئے گئے، تو آپ نے ان میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ملاحظہ فرمائی، یہاں تک جنت میں اپنا مقام بھی دیکھ لیا اور زمینیں کھول دی گئی، حتیٰ کہ آپ نے سب سے نیچے زمین پر بھی نظر فرمائی۔

☆ بی بی اسماء (رضی اللہ عنہ) روایت کرتی ہیں کہ (سورج گرہن کی نماز پڑھا کر) رسول اللہ (ﷺ) نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر فرمایا، مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أَرِيْتُهُ إِلَّا أَرَيْتُهُ فِي مَقَامِي، حَتَّى الْجَنَّةُ وَالنَّارُ۔ یعنی ہر وہ چیز جسے میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا، اسے میں نے اپنے اسی مقام سے دیکھ لیا، حتیٰ کہ جنت و دوزخ کو بھی۔ (بخاری-86)

☆ حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں، رسول اللہ (ﷺ) نے منبر پر ارشاد فرمایا، أَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ وَإِنْ مَوْعِدُكُمْ الْحَوْضُ، وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هَذَا وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوهَا۔ میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک تمہارے وعدے کا مقام حوض ہے اور بے شک میں اس کی جانب اپنے اس مقام سے دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے تم پر یہ خوف نہیں کہ تم شرک کرو گے، لیکن مجھے تم پر دنیا کا خوف ہے کہ تم اس میں پھنس جاؤ گے۔ (بخاری-4042)

ایک مقام پر رہتے ہوئے کائنات میں تصرف:۔ عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا۔ آپ نے نماز پڑھائی۔ (فارغ ہو کر) لوگوں نے عرض کی، ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنی اس جگہ سے کوئی چیز پکڑی، پھر ہم نے دیکھا کہ آپ الٹے قدموں پیچھے کو ہٹے؟.... آپ نے فرمایا، إِنِّي أَرَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا غُنْقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتْ الدُّنْيَا (بے شک مجھے جنت دکھائی گئی، تو میں نے اس میں سے ایک گچھا لینا چاہا) (لیکن پھر اس خیال سے رک گیا کہ) اگر میں اسے لے لیتا، تو جب تک دنیا قائم رہتی، تم اسے کھاتے رہتے۔ (بخاری-748)

ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہونا:۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں، حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالِهِمْ (حتیٰ کہ وہ ان کی جوتیاں کی سرسراہٹ سنتا ہے) تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، پھر اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں، مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ (تو اس شخص یعنی محمد کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟) وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ تو کہا جاتا ہے، أَنْظِرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبَدَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ (اپنے جہنم کے ٹھکانے کی جانب دیکھ، اللہ نے اسے جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے)۔ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا

(تو وہ ان دونوں کو دیکھتا ہے)۔ پھر فرمایا، اور کافریا منافق، تو وہ کہتا ہے ہائے افسوس میں نہیں جانتا، میں تو وہی کہا کرتا تھا، جو لوگ کہا کرتے تھے۔ تو کہا جائے گا، نہ تو نے جانا، نہ قرآن پڑھا۔ پھر اسے لوہے کے ایک ہتھوڑے سے کانوں کے بیچ میں مارا جاتا ہے، تو وہ ایسی آواز میں چیختا ہے یَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا النَّفْلَيْنِ۔ جسے انسان و جن کے علاوہ، قریب کی ہر شے سنتی ہے۔ (بخاری۔ 1338)

☆ آپ تمام زبانیں جانتے ہیں۔

دل کی بات جان لینا:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، هَلْ تَرَوْنَ قِبَلْتِي هَا هُنَا، فَوَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خَشَوْكُمْ وَلَا رُكُوعَكُمْ اِنِّي لَا رَاكِمَ مِنْ وِرَاءِ ظَهْرِي۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ اس طرف ہے؟... خدا کی قسم! مجھ پر تمہارا خشوع و رکوع مخفی نہیں، بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ (بخاری۔ 418)

آپ سے استمداد:- حضرت ربیعہ فرماتے ہیں، کنت أبيت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتيته بوضوئه وحاجته فقال لي: سل فقلت: أسألك مرافقتك في الجنة. قال: أو غير ذلك قلت: هو ذاك. قال: فأعني على نفسك بكثرة السجود. یعنی حضرت ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم (ﷺ) کے ہمراہ رات گزارا تھا۔ میں آپ کے پاس وضو کا پانی اور آپ کی حاجت کی چیز لایا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے ربیعہ کچھ مانگ لو میں نے عرض کی، میں آپ سے جنت میں آپ کا پڑوس مانگتا ہوں۔ فرمایا، اس کے علاوہ کچھ اور بھی؟ میں نے عرض کی بس یہی فرمایا تو اپنی ذات پر کثرت سجدہ سے میری مدد کر۔ (صحیح مسلم۔ جزء 1 صفحہ 353)



﴿آپ ﷺ کے آباء و اجداد صاحب ایمان تھے﴾

یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ لیکن علماء متاخرین والدین و دیگر آباء و اجداد رسول کریم (ﷺ) کے ایمان کے قائل ہیں۔

☆ رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں، بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ قُرُونًا فَقَرْنَا حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقُرُونِ الَّتِي كُنْتُ فِيهِ۔ میں ہر قرن و طبقہ میں تمام قرون بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا، یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا، جس میں پیدا ہوا۔ (بخاری۔ 3293)

☆ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی حدیث صحیح میں ہے، لَمْ يَزَلْ عَلَى وَجْهِ الدَّهْرِ (الارض) سبعة مسلمون فصاعداً فلولاً ذلك هلكت الارض ومن عليها. اخرجہ عبدالرزاق وابن المنذر بسند صحيح على شرط الشيخين۔ روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں، ایسا نہ ہوتا، تو زمین و اہل زمین سب ہلاک ہو جاتے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ عبدالرزاق وابن المنذر۔ المقصد الاول۔ صفحہ 101)

معلوم ہوا کہ آپ بہتر قرون میں پیدا ہوئے اور ہر دور میں سات لوگ ضرور مسلمان ہوئے، لہذا یقیناً آباء و اجداد انہیں میں سے ہوں گے۔

☆ آپ نے مزید فرمایا:- لَمْ يَزَلْ اللَّهُ يَنْقِلُنِي مِنَ الْأَصْلَابِ الْكَرِيمَةِ وَالْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتَّى أَخْرَجَنِي مِنْ بَيْنِ أَبِي . رواہ ابن ابی عمرو العدنی فی مسنده رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ہمیشہ اللہ عز و جل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، جزء 1 صفحہ 167)

☆ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:- وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقْلُبُكَ فِي السَّاجِدِينَ۔ عزیز و رحیم پر، توکل کیجئے، وہ جو آپ کو قیام فرماتے اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے کروٹیں بدلنے کو دیکھ رہا تھا۔ (شعراء۔ 217.... 219)

☆ امام رازی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:- رسول اللہ (ﷺ) کا نورِ پاک، ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ چنانچہ یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آباء کرام مسلمین تھے۔ (مفتاح الغیب تحت آیت یعنی 26 تا 29، جلد 24 صفحہ 149)

☆ امام سیوطی سُبُل النجاة میں فرماتے ہیں:- ائمہ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (ﷺ) کے ابو یوسف کریمین کو زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ بحوالہ سُبُل النجاة المقصد الاول جلد 1 صفحہ 168)

☆ مروی ہے کہ وقت انتقال بی بی آمنہ نے رسول اللہ (ﷺ) کی جانب نظر فرمائی، آپ اس وقت پانچ برس کے تھے، اور فرمایا، اے پاکیزہ لڑکے! اللہ تجھ میں برکت رکھے۔ اے ان کے بیٹے! جنہوں نے بڑے انعام والے بادشاہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے موت کے گھیرے سے نجات پائی، جس صبح قرعہ ڈالا گیا اور سو بلند اونٹ ان کے فدیہ میں قربان کئے گئے، میں نے جو خواب دیکھا، اگر وہ سچ ہوا، تو تو سارے جہان کی طرف پیغمبر بنایا جائے گا، جو تیرے نگوکار باپ ابراہیم کا دین ہے، میں اللہ کی قسم دے کر تجھے بتوں سے منع کرتی ہوں کہ دیگر قوموں کے ساتھ مل کر ان سے دوستی نہ کرنا۔ ہر زندہ کو مرنا اور ہر نئے کو پرانا ہونا ہے۔ اور کوئی کیسا ہی بڑا ہو، ایک دن فنا ہونا ہے۔ میں مر رہی ہوں اور میرا ذکر ہمیشہ خیر سے رہے گا۔ میں کیسی عظیم خیر چھوڑ کر جا رہی ہوں اور کیسا ستھرا پاکیزہ مجھ سے پیدا ہوا۔ پھر آپ کا انتقال ہو گیا۔ (المواہب اللدنیہ بحوالہ دلائل النبوة۔ جلد 1 صفحہ 169)

☆ امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں:- ان بعض علماء نے، کیا خوب فرمایا، جنہیں اس مسئلے میں توقف تھا کہ والدین کریمین کو کسی نقص کے ساتھ ذکر کرنے سے بچو، کیونکہ اس سے حضور سید عالم (ﷺ) کو ایذا ہونے کا اندیشہ ہے۔ طبرانی کی حدیث میں ہے، رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذا نہ دو۔ (افضل القرطی لقرام القریٰ شعرا مجمع الثقات ابو ظہبی، جلد 1 صفحہ 154)

اور اللہ عز وجل نے فرمایا ہے، **وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ**۔ جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (سورۃ التوبہ۔ آیت 61)



﴿آسمانی کتب کا بیان﴾

☆ بہت سے نبیوں پر اللہ ﷻ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اتاریں ان میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ تورات حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر زبور حضرت داؤد (علیہ السلام) پر انجیل حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر۔

☆ **وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ**۔ (بقرہ۔ 53) ☆ **وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا**۔ (نساء۔ 163) ☆ **وَلَقَيْنَا بَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ**۔ (حدید۔ 27) ☆ **إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ**۔ (واقفہ۔ 77)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتب نازل فرمائی ہیں؟... فرمایا، 104 کتب۔ شیث پر 50 صحائف، خنوخ پر 30، ابراہیم پر 10، موسیٰ پر تورات سے قبل 10 اور تورات و زبور و انجیل و قرآن نازل فرمایا۔ (کنز العمال۔ 44158)

کلام الہی:- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، **لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ**۔ (شوریٰ۔ 11)

چنانچہ اس کا کلام آواز کی قید سے پاک ہے۔ لیکن جب قرآن کہا جاتا ہے، تو اس کا اطلاق، الفاظ و معانی و نقوش و ترتیب کے مجموعے پر ہوتا ہے۔

☆ قرآن عظیم سب سے افضل کتاب ہے۔ لیکن کلام الہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے لئے اس میں ثواب زائد ہے

ورنہ اللہ ﷻ ایک اس کا کلام ایک اس میں افضل و مفضل کی گنجائش نہیں۔

☆ سب آسمانی کتابیں اور صحیفے حق ہیں۔ اور سب اللہ کا کلام ہیں، ان میں جو کچھ ارشاد ہوا اور وہ جس حالت میں نازل ہوئیں، سب پر ایمان ضروری ہے۔ مگر باقی کتب و صحائف کی حفاظت، اللہ ﷻ نے امت کے سپرد کی تھی، وہ حفاظت نہ کر سکے، بلکہ ان کے شریروں نے ان میں تحریفات کرتے ہوئے اپنی خواہش کے مطابق اضافہ و کمی کر دی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ**۔ یہودیوں میں سے بعض، کلام کو ان کی جگہوں سے ہٹا دیتے ہیں۔ (نساء۔ 46)

لہذا جب ان کتابوں کی کوئی بات ہمارے سامنے پیش ہو، تو اگر قرآن کے مطابق ہے، اس کی تصدیق کی جائے گی۔ اگر مخالف ہے، تو تحریفات میں سے شمار کریں گے اور اگر موافقت مخالفت کچھ معلوم نہیں، تو نہ تصدیق کریں گے، نہ تکذیب۔

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور اہل اسلام کیلئے اس کی تفسیر عربی زبان میں کرتے تھے۔ چنانچہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو، نہ تکذیب اور یوں کہو ہم اللہ اور جو اس نازل کیا، پر ایمان لائے۔

☆ قرآن میں دائمی تبدیلی کبھی نہیں ہو سکتی۔ اگر کسی نے عارضی کی، تو ضرور ظاہر ہو جائے گی۔ جو یہ کہے کہ اس میں کے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں، بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا یا بڑھا دیا یا بدل دیا، قطعاً کافر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ**۔ بے شک ہم نے اس ذکر کو نازل فرمایا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (حجر۔ 9)

☆ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ** ○ **فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا فَأْتُوا نَارَ الْآلِئِ وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ**۔ اور اگر تم اس کے بارے میں شک میں ہو، جو ہم نے اپنے بندہ خاص پر نازل فرمایا، تو تم اس کی مثل ایک سورت ہی بنالو اور اگر تم سچے ہو، تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ، اپنے مددگاروں کو بلاؤ۔ پھر اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے، تو اس آگ سے ڈرو، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(البقرہ۔ 23، 24)

☆ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ **ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ**۔ (بقرہ۔ 2)



﴿فرشتوں کا بیان﴾

☆ فرشتے اجسام نوری ہیں۔ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ (مسلم۔ 5314).... ☆ چونکہ ان کا ثبوت قرآن عظیم کی نصوص قطعیہ سے ہے۔ لہذا ان کا انکار کفر ہے۔ ☆ اللہ ﷻ نے ان کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں، بن جائیں، کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں۔ ☆ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا کرتے تھے کہ جبریل میرے پاس، وحیہ کلیبی کی صورت پر تشریف لاتے ہیں۔ حضرت انس فرماتے تھے کہ وحیہ ایک گورے خوبصورت مرد تھے۔ (المعجم الكبير للطبرانی۔ حدیث 758)

☆ یہ خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ نہ قصداً، نہ سہواً، نہ خطاً۔ یہ اللہ کی معصوم مخلوق ہیں، ہر قسم کے صغائر و کبائر سے پاک ہیں۔

فرمان باری ہے: **وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ**۔ وہ وہی کرتے ہیں، جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ (النحل۔ 50).....

ایک اور مقام پر فرماتا ہے: لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں جو حکم دیتا ہے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں، جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ (التحریم، آیت 6).....

مزید دوسرے مقام پر فرماتا ہے: وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ۔ یعنی ان فرشتوں کو جو حکم دیا جاتا ہے، وہ اس میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔

(انعام-61)

﴿ان کو مختلف خدمتیں سپرد ہیں﴾

☆ تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ۔ یعنی اس رات میں فرشتے اور جبرئیل، اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے نازل ہوتے ہیں۔ (قدر-4)

☆ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا۔ یعنی وہ فرشتے جو عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں، وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیحات بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (غافر-7)

☆ قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ۔ یعنی آپ فرما دیجئے کہ تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے، جسے تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب کی جانب لوٹائے جاؤ گے۔ (السجدہ-11)

☆ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِنْ طِينٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ۔ یعنی (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے پوچھا، اے مرسلین! تم کس مقصد کے لئے بھیجے گئے ہو؟ فرشتوں نے جواب دیا، بے شک ہمیں ایک مجرم قوم کی جانب بھیجا گیا ہے، تاکہ ہم ان پر وہ پتھر پھینکیں، جو آپ کے رب کے نزدیک کافر قوم کے لئے ہیں۔

(ذاریات-31,32,33,34)

☆ رسول کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، جب ماں کے رحم میں بچہ چار ماہ کا ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے۔ وہ بچے کی صورت بناتا ہے۔ پھر اس کی سماعت، بینائی، کھال، گوشت اور ہڈیاں پیدا کرتا ہے۔ پھر عرض کرتا ہے، اے میرے رب! لڑکا یا لڑکی؟... تو تیرا رب جو چاہتا ہے اس کے لئے فیصلہ فرما دیتا ہے اور فرشتہ اسے لکھ دیتا ہے۔ پھر عرض کرتا ہے، اے میرے رب! اس کی زندگی؟... تو تیرا رب جو چاہتا ہے اس کے لئے فیصلہ فرما دیتا ہے اور فرشتہ اسے لکھ دیتا ہے۔ پھر عرض کرتا ہے، اے میرے رب! اس کا رزق؟... تو تیرا رب جو چاہتا ہے اس کے لئے فیصلہ فرما دیتا ہے اور فرشتہ اسے بھی لکھ دیتا ہے۔ پھر فرشتے اپنے ہاتھ میں موجود صحیفے کے ساتھ باہر نکل جاتا ہے، تو جو اسے حکم دیا گیا تھا، نہ اس پر زیادتی ہوتی ہے اور نہ کمی۔

(مسلم-حدیث 2645)

☆ رسول کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں، جو زمین میں سیر کرتے ہوئے مجالس ذکر تلاش کرتے رہتے ہیں۔ جب ایسی کوئی مجلس پاتے ہیں، تو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور ان میں سے بعض، بعض کو اپنے پروں سے ڈھک لیتے ہیں، یہاں تک کہ زمین و آسمان کا درمیان بھر دیتے ہیں۔ پھر جب ان سے جدا ہو کر آسمان پر چڑھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ علم رکھنے کے باوجود ان سے سوال کرتا ہے، تم کہاں سے آرہے ہو؟... وہ عرض کرتے ہیں، ہم زمین پر تیرے ان بندوں کے پاس سے آرہے ہیں، جو تیری تسبیح، تکبیر، لا الہ الا اللہ، تیری حمد بیان کر رہے تھے اور تجھ سے جنت کی طلب، دوزخ سے پناہ اور مغفرت کا سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، بے شک میں ان کی مغفرت کر دی اور جو وہ مانگ رہے تھے، میں نے انہیں

عطا فرمادیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں، اے رب! ان میں فلاں خطا کار بندہ بھی تھا، محض یہاں سے گزر رہا تھا، تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اس کی بھی مغفرت فرمادی ہے، کیونکہ یہ لوگ ایسی قوم ہیں کہ جو ان کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے، وہ بھی بد بخت نہیں رہتا۔ (مسلم)۔

بتصر فمما۔ حدیث 4854

☆ رسول کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے، جسے تمام مخلوق کی آواز سننے کی طاقت عطا کی گئی ہے، پس قیامت تک جو کوئی بھی مجھ پر درود پڑھے گا، یہ فرشتہ اس کے اور اس کے باپ کے نام کے ساتھ پیش کرتا رہے گا کہ یا رسول اللہ! یہ فلاں بن فلاں ہے، جس نے آپ پر درود پڑھا ہے۔ (مسند بزاز۔ حدیث 1425)

☆ رسول کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، بے شک اللہ کے کچھ فرشتے ہیں، جو زمین میں گھومتے رہتے اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ حدیث 269)

☆ رسول کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو دو فرشتے اس سے تین سوال کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تو ان شخص کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا۔ (بخاری۔ 1252)

☆ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب بھی فجر طلوع ہوتی ہے، تو 70,000 فرشتے روضہ رسول پر حاضر ہوتے ہیں اور آپ پر درود پڑھتے ہیں، جب شام ہوتی ہے، تو یہ چلے جاتے ہیں اور 70,000 مزید آ جاتے ہیں اور درود پڑھتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب قیامت قائم ہوگی، تو 70,000 فرشتے رسول کریم (ﷺ) کی تعظیم و توقیر بیان کر رہے ہوں گے۔ (سنن دارمی۔ حدیث 95)

عقیدہ:- فرشتے نہ مرد ہیں، نہ عورت، نہ ہی ان میں توالد و تناسل ہوتا ہے۔ عقیدہ:- ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ چار فرشتے بہت مشہور ہیں۔ جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام اور یہ سب ملائکہ پر فضیلت رکھتے ہیں۔

دلیل:- وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ۔ اور آپ کے رب کے لشکر کی تعداد کو فقط وہ ہی جانتا ہے۔ (المدثر۔ 31)

عقیدہ:- فرشتوں سے دشمنی اور ان کی گستاخی کفر ہے۔

دلیل:- مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ۔ (البقرة۔ 98)

قصہ ہاروت و ماروت:- رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو دنیا میں بھیجا، تو فرشتوں نے عرض کی، اے رب! ہم بنی آدم کے مقابلے میں تیرے زیادہ اطاعت گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اچھا تم اپنوں میں سے دو فرشتے لاؤ۔ ہم انہیں دنیا میں بھیجتے ہیں، پھر دیکھتے ہیں، کہ وہ کیسا عمل کرتے ہیں۔ تو انہوں نے ہاروت و ماروت کو منتخب کیا، چنانچہ انہیں دنیا میں بھیج دیا گیا۔ پھر ان کے لئے ایک خوبصورت ترین زہرہ نامی عورت بنائی گئی۔ وہ ان کے پاس آئی، تو ان کے قلوب اس کی جانب مائل ہو گئے۔ اس نے شرط رکھی کہ پہلے تم کلمہ شکر کہو، لیکن انہوں نے منع کر دیا۔ پھر وہ اپنے ساتھ ایک بچہ لائی اور کہا کہ اگر اسے قتل کردہ، تو اپنے قصد میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ انہوں نے یہ پیشکش بھی ٹھکرا دی۔ پھر وہ شراب لائی اور کہا کہ فقط یہ پی لو۔ انہوں نے اسے معمولی بات گمان کرتے ہوئے پی لیا۔ جب نشے میں آئے، تو زنا کے مرتکب ہوئے اور بچے کو قتل بھی کر دیا۔ ہوش میں آنے پر نادم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا یا آخرت میں سے کسی ایک کے عذاب کا انتخاب کا اختیار دیا، تو انہوں نے دنیا کا عذاب اختیار کر لیا۔ (مسند امام احمد حنبل۔ 6178)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:- قصہ ہاروت و ماروت جس طرح عام میں شائع ہے ائمہ کرام کو اس پر سخت انکار شدید ہے، جس کی تفصیل شفاء شریف

اور اس کی شروح میں ہے، یہاں تک کہ امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، ہذہ الاخبار من کتب الیہود وافتراءتہم یعنی یہ یہود کی من گھڑت باتوں میں سے ہیں۔ (جلد 26)



﴿جنات کا بیان﴾

- (1) جنوں کے وجود کا انکار کفر ہے۔ کیونکہ ان کا وجود نص قرآنی سے ثابت ہے۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ۔ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے انسانوں اور جنات میں سے (بطور آزمائش) ایک دشمن بنایا ہے۔ (انعام-112) ۷
وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْبَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ۔ اور جس دن (اللہ) انہیں جمع کرے گا (اور فرمائے گا) اے گروہ جن! تم نے بہت سے انسان گھیر لئے تھے۔ (انعام-128)
- ☆ فتاویٰ الحدیثیہ میں ہے، اہل سنت، جنات کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں۔ معتزلہ کا انکار کرنا، کتاب و سنت و اجماع کی مخالفت ہے، بلکہ اس کے سبب انہوں نے کفر کو لازم کیا ہے۔ کیونکہ اس سے جنات کے وجود پر موجود نصوص قطعیہ کو جھٹلانا لازم آتا ہے۔ (جزء 1 صفحہ 258)
- (2) انسانوں کی طرح یہ بھی احکام شرع کے مکلف ہوتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ۔ پس ابلیس کے علاوہ، تمام فرشتوں نے ایک ساتھ (آدم) کو سجدہ کیا۔ اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ (سورہ ص-74، 73)
- (3) یہ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے، وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ۔ اور ہم نے جنات کو اس سے قبل، بغیر دھوئیں کی آگ سے پیدا فرمایا۔ (الحجر-آیت 27)
- (4) شرح المقاصد میں ہے، جن اجسام لطیفہ ہوائیہ ہیں، جو مختلف اشکال میں متشکل ہو سکتے ہیں۔ (المجتہ الثالث، جلد 2 صفحہ 500)
- (5) ان کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں۔
- (6) ان کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے، جنات میں اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی۔ ان میں سے بروں کو شیطان کہتے ہیں۔
عقائد:- یہ سب انسان کی طرح ذی عقل اور ارواح و اجسام والے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے، جنات عقل و فہم والے ہوتے ہیں۔ (جزء 1 صفحہ 67)
- ☆ ان میں توالد و تناسل ہوتا ہے۔ کھاتے پیتے جیتے مرتے ہیں۔ فتاویٰ الحدیثیہ میں ہے، اکابرین اس پر متفق ہیں کہ جنات کھاتے پیتے ہیں اور ان میں نکاح و توالد و تناسل ہوتا ہے۔ (صفحہ 90)
- تفسیر کبیر میں ہے، جنات کھاتے پیتے ہیں، کیونکہ رسول کریم (ﷺ) نے گوبر و ہڈی کے بارے میں ارشاد فرمایا، إِنَّهُ زَادَ إِخْوَانَكُمْ مِنَ الْجِنِّ۔ بے شک وہ تمہارے جن بھائیوں کی غذا ہے۔ اور بے شک ان میں توالد بھی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، تَوَالَهُ لَوْ كُنَّا! کیا تم ابلیس اور اس کی اولاد کو میرے علاوہ دوست بناتے ہو؟... (کہف-50)
- ☆ ان میں مسلمان بھی ہیں کافر بھی۔ قرآن پاک میں ہے، وَأَنَا مِنَ الصَّالِحِينَ وَمِنَّا ذُنُودٌ ذَلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قِدْدًا۔ اور بے شک ان میں سے بعض نیک تھے اور بعض اس کے علاوہ تھے، وہ (مسلمان و کفار) مختلف گروہوں میں تھے۔ (الجن-آیت 11)

☆ الجامع لاحکام القرآن میں ہے۔ تمام جنات کافر نہیں ہوتے، بلکہ وہ مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ کفار، کچھ نیک مومنین اور کچھ گناہگار مومنین ہیں۔ مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ان میں مسلمان، یہودی، نصاریٰ اور مجوسی ہوتے ہیں۔ (ج: 19 صفحہ 15)



﴿تقدیر کا بیان﴾

لغوی و شرعی معنی:-

لغوی معنی، اندازہ کرنا بمعنی مقدر یعنی جس کا اندازہ کیا گیا ہو۔ اور شرعاً ہو تحديد کل مخلوق بحده الذی یوجد به من حسن وقبح ونفع وضرو غیر ہما۔ یعنی وہ ہر مخلوق سے تعلق رکھنے والے امور یعنی حسن و قبح و نفع و ضرر وغیرہا کی حد مقرر کرنا ہے۔ (تعریفات۔ کتاب التاء۔ 20)

عقیدہ تقدیر کا حکم:- اس کا انکار کرنا کفر اور برا کہنا دراصل اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ کو برا کہنا ہے۔

☆ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، الْقَدَرِیَّةُ مَجُوسٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ إِنْ مَرَضُوا فَلَا تَعُوذُوهُمْ وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ۔ یعنی منکر تقدیر، اس امت کے مجوسی ہیں۔ اگر مریض ہو جائیں، تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں، تو ان کے جائزے میں شرکت نہ کرو۔ (ابوداؤد۔ 4071)

اس میں بحث کا حکم:-

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ) ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم مسئلہ تقدیر میں بحث کر رہے تھے، تو آپ جلال میں تشریف لے آئے، یہاں تک کہ آپ کا رخ انور اس طرح سرخ ہو گیا، گویا کہ آپ کے دونوں گالوں میں انار نچوڑ دیا گیا ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا، کیا تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے یا مجھے اس کے ساتھ تمہاری جانب بھیجا گیا ہے؟... تم سے بچھلی قوموں نے جب اس معاملے میں جھگڑا کیا، تو وہ ہلاک ہو گئیں، میں تم پر لازم کرتا ہوں کہ تم اس مسئلے میں بحث نہ کرو۔ (ترمذی۔ 2059)

قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت:-

☆ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌّ۔ یعنی ہر چھوٹا بڑا (گناہ یا عمل، لوح محفوظ میں) لکھ دیا گیا ہے۔ (القمر۔ 53)

☆ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ۔ یعنی بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جو (عمل) انہوں نے آگے بھیجا اور ان کے آثار، ہم اسے (لوح محفوظ میں) لکھ رہے ہیں۔ اور ہم نے ہر چیز کو ایک روشن کتاب (لوح محفوظ) میں شمار کر دیا ہے۔ (یسین۔ 12)

☆ وَلَا رَظَبٌ وَلَا يَاسَسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ۔ یعنی اور کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں، جو ایک روشن کتاب (لوح محفوظ) میں درج نہ ہو۔ (انعام۔ 59)

☆ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ۔ یعنی بے شک ہم نے ہر شے کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ (القمر۔ 49)

☆ نَحْنُ قَدَرْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ۔ یعنی ہم نے تمہارے درمیان مرنا مقدر (یعنی مقرر) فرمادیا ہے۔ (واقعہ۔ 60)

☆ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُعْمَرٍ وَلَا يُنْقِصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ۔ اور اللہ نے تمہیں مٹی سے بنایا، پھر پانی کی بوند سے۔ پھر تمہارے جوڑے مقرر کئے۔ اور ہر مومنٹ اللہ تعالیٰ کے علم سے ہی حاملہ ہوتی اور اولاد جنتی ہے۔ اور جس بڑی عمر والے کو (طویل) عمر دی جائے یا جس کسی کی عمر کم رکھی

جائے، سب ایک کتاب (لوح محفوظ) میں ہے۔ بیشک یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔ (فاطر-11)

☆ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لَكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ - یعنی زمین یا تمہاری جانوں میں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں، وہ ایک کتاب میں درج ہے۔ بیشک یہ اللہ کے لئے آسان ہے، تاکہ جو تم سے چھن گیا، اس پر غمگین نہ ہو اور جو تم کو دیا، اس پر عجب و خود پسندی میں مبتلا نہ ہو۔

(حدید-22,23)

☆ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا - یعنی (اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ ہم تک تو فقط وہی پہنچے گا، جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا۔ (توبہ-51)

☆ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ - یعنی منافقین کہتے ہیں کہ اگر ہماری بات مان لی جاتی، تو ہم یہاں (احد میں) قتل نہ کئے جاتے۔ آپ فرمائیے کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے، تو جن کے لئے یہاں مرنا مقدر ہو چکا تھا، از خود نکل کر اپنے مقتل میں چلے آتے۔ (آل عمران-154)

☆ وَإِنْ تُصِيبَهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَإِنْ تُصِيبَهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ۝ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ - یعنی اور جب ان (منافقین) کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے، تو کہتے ہیں، یہ اللہ کی جانب سے اور جب کوئی برائی پہنچے، تو کہتے ہیں کہ یہ رسول کی طرف سے ہے۔ (اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ تو ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔ (اے سننے والے!) تجھ تک جو بھلائی پہنچے، وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے، وہ تیری اپنی طرف سے ہے۔ (نساء-78,79)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ کَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ - اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے 50,000 سال پہلے مخلوق کی تقادیر لکھ دیں تھیں۔ (مسلم-4797)

☆ حضرت عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ (ﷺ) سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا، پھر فرمایا، لکھ۔ اس نے عرض کی، کیا لکھوں؟.. فرمایا، اُكْتُبُ الْقَدَرَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنْ إِلَى الْآبَدِ - یعنی جو ہو چکا اور جو اب تک ہونے والا ہے، سب کا اندازہ لکھ دے۔ (ترمذی-2081)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتَّى الْعَجْزِ وَالْكَيْسِ - یعنی ہر چیز مقدر ہے، حتیٰ کہ عاجزی و قلمندی بھی۔ (مسلم-4799)

☆ سید عالم (ﷺ) فرماتے ہیں، جب بچہ ماں کے پیٹ میں چار ماہ کا ہو جاتا ہے، تو ایک فرشتے کو بھیجا جاتا ہے، جو اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ اور اسے چار باتیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، بچے کا رزق، اس کی موت کا وقت، اس کا عمل اور اس کا سعید یا شقی ہونا۔ پس اس خدا کی قسم، جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ بے شک تم میں سے کوئی ایک، اہل جنت والا عمل کر رہا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، لیکن اس پر اللہ کا لکھا سبقت لے جاتا ہے، چنانچہ وہ اہل جہنم والا عمل کر کے جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور تم میں سے کوئی دوزخیوں والا عمل کر رہا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، لیکن پھر اس پر اللہ کا لکھا سبقت لے جاتا ہے، چنانچہ وہ اہل جنت والا عمل کر کے، داخل جنت ہو جاتا ہے۔ (مسلم-4781)

☆ اور دوسری روایت میں آخر میں ہے، **فَلَا يَزِيدُ عَلَى مَا أُمِرَ وَلَا يَنْقُصُ**۔ یعنی پھر جس کا حکم دیا گیا، نہ اس پر کوئی زیادتی ہوتی ہے اور نہ کمی۔

(مسلم۔ 4783)

☆ حضرت حمید ساعدی (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے، رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، **أَجْمِلُوا فِي طَلَبِ الدُّنْيَا فَإِنَّ كُلَّ مَيْسَرٍ لِمَا خُلِقَ**

لہ۔ یعنی دنیا کی طلب میں احسن طریقہ اختیار کرو، کیونکہ ہر شخص کو اس چیز کے حصول میں آسانی دی جائے گی، جسے اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ (ابن

ماجر۔ 2133)

جب سب مقدر ہے، تو عمل کرنے کی وجہ:-

حضرت سراقہ بن مالک (رضی اللہ عنہ) نے رسول اکرم (ﷺ) سے پوچھا، یا رسول اللہ! ہمارے لئے ہمارا دین بیان کیجئے کہ ہم جو بھی عمل

کرتے ہیں، کیا یہ اس میں سے ہوتا ہے، جسے لکھ کر قلم خشک ہو چکا اور تقادیر جاری ہو چکیں یا ہم جدید عمل کرتے ہیں؟... فرمایا، نہیں، بلکہ یہ وہی ہے، جسے لکھ

کر قلم خشک ہو چکا اور جس میں تقادیر جاری ہو چکیں۔ انہوں نے عرض کی، تو پھر عمل کس چیز کا رہا؟... فرمایا، **اعْمَلُوا فَاكُلُ مَيْسَرٍ**۔ عمل کرو، پس

(مسلم۔ 4788)

تقدیر الہی میں تبدیلی ممکن ہے یا نہیں:-

قضاء کی اقسام اسکی تین قسمیں ہیں۔ (1) قضائے مبرم۔ (2) قضائے معلق۔ (3) قضائے معلق شبیہ بہ مبرم۔

☆ پہلی میں تبدیلی ممکن نہیں، کیوں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا جہل لازم آئے گا۔ جہاں تبدیلی کا منع لکھا ہے، اس سے مراد یہی ہوتی ہے۔ دوسری دوسری

میں ممکن ہے۔ جہاں ممکن لکھا ہے، وہاں یہی مراد ہوتی ہے۔

☆ نبی کریم (ﷺ) کا فرمان ہے، **لَا يَزِيدُ الْقَضَاءُ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيدُ فِي الْعُمَرِ إِلَّا الْبَرُّ**۔ یعنی اللہ کی تقدیر کو صرف دعاء لوٹا سکتی ہے

(ترمذی۔ 2065)

اور عمر میں نیکی سے اضافہ ہوتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، **يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّثُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ**۔ یعنی اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے، باقی رکھتا ہے

(الرعد۔ 39)

اور اسی کے پاس کتابوں کی اصل (لوح محفوظ) ہے۔

☆ رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں، **جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا نَتَّ لَاقَ**۔ یعنی جو تجھے ملنے والا ہے، اس کے ساتھ قلم خشک ہو چکا ہے۔

(بخاری۔ باب جف القلم علی علم اللہ)

﴿موت کا بیان﴾

موت:- روح کا جسم سے خارج ہو جانا۔

کیفیت:-

مسند امام احمد میں ہے، حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں، رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، جب مومن بندہ دنیا سے رخصت اور آخرت کی

جانب مائل ہوتا ہے، تو آسمان سے سورج کی طرح روشن، سفید چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان کے پاس جنتی کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی

ہے۔ وہ حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے پاکیزہ روح، اللہ تعالیٰ کی رحمت

اور رضا مندی کی جانب چل۔ پس وہ روح اس طرح نکلتی ہے جیسے مشک سے قطرہ نکلتا ہے۔ پھر اسے جنتی خوشبودار کفن میں لٹا دیا جاتا ہے۔ پھر اسے آسمان کی

جانب لے جایا جاتا ہے، حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے کا نامہ اعمال بلند و بالا مقام پر رکھو اور اسے دنیا میں لوٹا دو۔ چنانچہ اس کی روح کو جسم کی جانب لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر) آتے ہیں۔ وہ اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟.. وہ کہتا ہے، اللہ عزوجل۔ پھر پوچھتے ہیں، تیرا دین کیا ہے؟.. وہ کہتا ہے، اسلام۔ پھر دریافت کرتے ہیں، تو اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟.. وہ کہتا ہے، وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد ایک ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا، چنانچہ اس کے لئے جنتی بستر بچھاؤ اور اسے جنتی لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی جانب ایک دروازہ کھول دو۔ (ایسا ہی کیا جاتا ہے) تو وہ وہاں کی ہوا اور خوشبو پاتا رہتا ہے۔ پھر اس کے پاس خوبصورت چہرے، خوبصورت کپڑوں اور پاکیزہ خوشبو والا ایک شخص آتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے، تو کون ہے؟.. وہ کہتا ہے، میں تیرا نیک عمل ہوں۔ مردہ خوش ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے رب! قیامت قائم کر دے، تاکہ میں اپنے مال و اہل کے پاس جا سکوں۔ (پھر فرمایا) جب کافر کی موت آتی ہے، تو آسمان سے کالے چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ جہنم کے نیزے ہوتے ہیں، وہ بھی اس کے پاس تاحدنگاہ بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں، اے خبیث روح، اللہ کے غضب کے ساتھ نکل۔ پھر وہ نیزے اس کے جسم میں مختلف مقامات پر گاڑ دئے جاتے ہیں اور ان سے روح کو اس طرح کھینچتے ہیں، جیسے ایک کانٹے دار کڑی کو تر روئی میں سے کھینچا جا رہا ہو۔ پھر اسے ایک بدبودار کپڑے میں لپیٹا جاتا ہے۔ پھر اسے آسمان دنیا تک لے جایا جاتا ہے۔ لیکن اسے اس کے لئے نہیں کھولا جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس کا نامہ اعمال سچین میں رکھو۔ پھر اس کی روح کو لوٹا دیا جاتا ہے اور منکر نکیر اس سے بھی تینوں سوال کرتے ہیں، وہ ہر ایک کے جواب میں کہا، ہائے افسوس! میں نہیں جانتا۔ تو ایک کہنے والا کہتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا، اس کے لئے جہنم کا بستر بچھاؤ اور جہنم کی جانب ایک دروازہ کھول دو۔ (جب یہ ہو جاتا ہے، تو) وہ اس کی گرمی اور بدبو پاتا رہتا ہے اور اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ پھر قیامت صورت، گندے کپڑوں اور غلیظ بدبو والا ایک شخص آتا ہے، وہ پوچھتا ہے، تو کون ہے، وہ کہتا ہے، میں تیرا برادر ہوں۔ وہ عرض کرتا ہے، اے میرے رب! قیامت قائم نہ فرمانا۔ (حدیث 17803)

عقیدہ:- بوقت موت، ہر شخص پر اسلام کی حقانیت واضح ہو جاتی ہے، مگر اس وقت کا ایمان معتبر نہیں۔ اس لئے کہ حکم، ایمان بالغیب کا ہے اور اب غیب نہ رہا، بلکہ یہ چیزیں مشاہد (ظاہر) ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدُوًّا حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ٥٠ أَلَّا نَقْصِيْكَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کروا دیا۔ پھر فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور دشمنی رکھتے ہوئے، ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب فرعون کو غرق نے پالیا، تو وہ بولا، میں اس رب پر ایمان لایا، جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے تھے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اب (ایمان لایا)؟.. حالانکہ تو نے اس سے پہلے نافرمانی کی تھی اور تو کافروں میں سے تھا۔ (یونس۔ آیت 90،91)

عقیدہ:- عذاب قبر حق ہے۔

☆ نبی کریم (ﷺ) کا فرمان ہے، عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ۔ (بخاری۔ 1283)

☆ اللہ تعالیٰ فرعون اور اس کی قوم کے بارے میں فرماتا ہے، آگ، صبح و شام ان پر پیش کی جاتی ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو کہا جائے گا کہ) قوم فرعون کو شدید عذاب میں داخل کر دو۔ (غافر۔ 46)



﴿آخرت کا بیان﴾

قیامت کی بڑی نشانیاں:-

(1) امام مہدی:- ☆ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، مہدی، فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔ (ابوداؤد-3735)

☆ اور فرمایا، وہ کشادہ پیشانی اور اونچی ناک والا ہوگا، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ اسے ظلم سے بھر دیا گیا ہوگا، وہ سات سال تک حکومت کرے گا۔ (ابوداؤد-3736)

☆ مزید فرمایا، مہدی، ہم اہل بیت سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ ایک رات میں اس میں (خلافت و مہدیت) کی صلاحیت پیدا فرما دے گا۔ (ابن ماجہ-4075)

☆ اور فرمایا، جب تم اسے پاؤ، تو اس کی اطاعت کرنا۔ (ابن ماجہ-4074)

☆ فرمایا، جب تم جانبِ خراسان سے سیاہ جھنڈے والوں کو آتے دیکھو، تو اس کے پاس جانا، کیونکہ ان میں اللہ کا خلیفہ مہدی بھی ہوگا۔

(احمد-21353)

(2) دجال:- ☆ فرمایا، میں تمہیں دجال سے ڈراتا ہوں اور ہرنی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا ہے، لیکن میں ایک بات بتاتا ہوں، جسے کسی بھی نبی نے اپنی قوم سے بیان نہیں کیا ہے کہ بے شک دجال کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام نہیں۔ (بخاری-6594)

☆ فرمایا، دجال کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی۔ لیکن اس کی آگ ٹھنڈا پانی اور پانی، آگ ہوگا۔ (بخاری-6597)

☆ دوسری روایت میں، جنت اور دوزخ کے الفاظ ہیں۔ (مسلم-5222)

☆ فرمایا، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔ (بخاری-6598)

☆ فرمایا، دجال مدینے میں آئے گا، لیکن فرشتے اسے روک دیں گے۔ (بخاری-6601)

☆ فرمایا، وہ زمین پر 40 دن رہے گا، جس میں سے پہلا دن، ایک سال، دوسرا، ایک مہینہ، تیسرا، ایک ہفتہ اور بقیہ دن، تمہارے دنوں کی مثل ہوں گے۔ (ابن ماجہ مترجم-1876)

(3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام:- ☆ فرمایا، (جب دجال اپنے عروج پر ہوگا، تو) اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو دمشق کے سفید مشرقی مینار پر نازل فرمائے گا۔ آپ کی سانس میں یہ اثر ہوگا کہ جس کافر کو لگ جائے گی، مرجائے گا اور آپ کی سانس، جہاں تک نظر جائے گی، وہاں تک پہنچے گی۔ آپ دجال کو مقام لد میں پکڑیں گے، وہ آپ کو دیکھ کر نمک کی طرح پکھل جائے گا۔ پھر آپ اسے قتل کر دیں گے۔ (ابن ماجہ مترجم-1876)

☆ فرمایا، عرب مؤمنین میں سے اکثر بیت المقدس میں امام (مہدی) کے پیچھے صبح کی نماز ادا رہے ہوں گے کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے، امام پیچھے ہٹنا چاہے گا، لیکن آپ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے، یہ حق تمہارا ہی ہے۔ پھر آپ لوگوں سے قلعے کا دروازہ کھلوائیں گے۔ اس وقت دجال نے وہاں کا محاصرہ کیا ہوگا۔ (ابن ماجہ مترجم-1878)

(4) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا:- ☆ حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں غروبِ آفتاب کے وقت مسجد میں داخل ہوا، تو نبی کریم (ﷺ) بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا، اے ابوذر! تم جانتے ہو یہ کہاں جاتا ہے؟... میں نے عرض کی اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا، یہ سجدے کی اجازت کے لئے جاتا ہے، تو اسے اجازت دی جاتی ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ وہاں سے طلوع ہو، جہاں سے آیا ہے، (پھر قربِ قیامت کے وقت) اسے کہا جائے گا کہ

☆ فرمایا، جب سورج مغرب سے نکلے گا، تو اس وقت کسی کا ایمان لانا، کسی کام نہ آئے گا اور نہ وہ اس سے کوئی فائدہ حاصل کرے گا۔

(ابن ماجہ (مترجم)۔ 1871)

(5) یا جوج مأ جوج:- ☆ سورہ کہف میں ہے، لوگوں نے کہا، اے ذوالقرنین! بے شک یا جوج ما جوج نے زمین میں فساد کرنے والے ہیں۔ کیا ہم آپ کے لئے کچھ اجرت مقرر کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنادیں؟... فرمایا، مجھے اللہ نے جن چیزوں پر قدرت بخشی ہے، وہ اس سے بہتر ہیں۔ تم طاقت کے ساتھ میری مدد کرو، تو میں ان کے اور تمہارے درمیان رکاوٹ قائم کر دوں گا۔ مجھے لوہے کے ٹکڑے لا کر دو۔ پھر جب ان کو دو پہاڑوں کے درمیان برابر کر دیا، تو فرمایا، اسے پھونکو۔ یہاں تک کہ اس نے اسے آگ کی طرح کر دیا۔ پھر کہا، مجھے تانبہ دو میں اس پر انڈیلیوں گا۔ چنانچہ یا جوج ما جوج اس پر چڑھنے اور اس میں نقب لگانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ فرمایا، یہ میرے رب کی رحمت سے ہے۔ جب میرے رب کا وعدہ آئے گا، تو وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اور میرے رب وعدہ حق ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اور ہم ان کو چھوڑ دیں گے، تو ان میں سے بعض، بعض میں موجیں مار رہے ہوں گے اور صورتیں پھونکا جائے گا، پھر ہم ان تمام کو جمع کریں گے۔ (94-99)

☆ بیضاوی میں ہے کہ یہ یافث بن نوح کی اولاد میں سے دو قبیلے ہیں۔ (بیضاوی۔ زیر آیت)

☆ فرمایا، یا جوج ما جوج روزانہ دیوار کھودتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ سورج کی روشنی دیکھنے کے قریب ہو جاتے ہیں، تو ان کا امیر کہتا ہے، چلو اب کل کھودیں گے، تو وہ دیوار پہلے کی طرح مضبوط ہو جاتی ہے۔ لیکن جب ان کی قید کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کی طرف بھیجنے کا ارادہ فرمائے گا، تو اس دن کھودنے کے بعد وہ کہے گا، چلو اب ان شاء اللہ کل کھودیں گے۔ پھر جب اگلے دن آئیں گے، تو دیوار کو اتنا ہی پائیں گے، جتنی چھوڑ کر گئے تھے۔ چنانچہ وہ اسے کھود کر لوگوں کی جانب نکل آئیں گے اور ان کا پانی پی لیں گے۔ لوگ خود کو قلعوں میں بند کر لیں گے۔ تو یہ آسمان کی جانب اپنے تیر پھینکیں گے، تو وہ اس حال میں واپس آئیں گے کہ ان پر خون کی مثل سرخی ہوگی۔ یہ کہیں گے، ہم نے زمین والوں کو مغلوب کر لیا اور آسمان والوں پر غالب آ گئے۔ (مسند امام احمد بن حنبل۔ 10222)

☆ فرمایا، عیسیٰ علیہ السلام ان کے خلاف دعا کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں کیڑے پیدا فرمادے گا، جس سے وہ ہلاک ہو جائیں گے اور پرندے انہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں گے۔ (ترمذی۔ 2166)

() دلیۃ الارض:- ☆ عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) میرے ساتھ مکے کے قریب ایک بستی کے پاس گئے، وہاں ایک خشک ریتیلی زمین تھی۔ آپ نے فرمایا، اس جگہ سے دابہ نکلے گا۔ وہ جگہ ایک بالشت ہوگی۔ (ابن ماجہ۔ 4057)

☆ فرمایا، زمین سے ایک جانور نکلے گا جس کے پاس سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا۔ عصا سے مسلمان کا چہرہ روشن کرے گا اور انگوٹھی سے کافر کی ناک پر نشان لگائے گا، حتیٰ کہ جب ایک جگہ کے لوگ جمع ہوں گے، تو پہچان کر کہیں گے، یہ مسلمان ہے، یہ کافر ہے۔

(ابن ماجہ۔ 4056)



بسم الله الرحمن الرحيم

﴿تقلید کا بیان﴾

تقلید کی تعریف:-

لغوی اعتبار سے گردن میں پٹا ڈالنا اور شرعی تعریف کرتے ہوئے محمد بن علی شریف جرجانی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں، ☆ **التقلید عبارة عن قبول قول الغير بلا حجة ولا دليل**۔ یعنی تقلید، بلا حجت و دلیل (جانے) کسی کے قول کو قبول کرنے کا نام ہے۔ (کتاب التعریفات - صفحہ 64)

☆ **عبارة عن اتباع الإنسان غيره فيما يقول أو يفعل معتقداً للحقية فيه من غير نظر وتأمل في الدليل**۔ یعنی تقلید، انسان کا اپنے غیر کی، اس کے قول یا فعل میں، دلیل میں غور و فکر کئے بغیر، یہ اعتقاد رکھتے ہوئے، اتباع کرنے کا نام ہے کہ وہ اس میں حق پر ہے۔ (ایضاً)

نوٹ:-

☆ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قول اور رسول کریم (ﷺ) یا صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے قول و فعل کی اتباع، تقلید نہیں، کیوں کہ اس میں شرعی دلیل پر نظر ضرور ہوتی ہے، کیونکہ ان کا قول و فعل خود حجت شرعیہ ہے۔

تقلید کی اقسام:-

(1) تقلید شرعی:- یعنی شرعی معاملات میں کسی کی اتباع کرنا۔ اس کی دو اقسام ہیں۔ تقلید مطلق۔ تقلید شخصی۔

(2) تقلید مطلق:- یعنی مطلقاً اتباع کرنا۔ اس میں کسی فرد، خاص کی تقلید نہیں ہوتی۔

(3) تقلید شخصی:- یعنی کسی خاص شخص کی اتباع کرنا۔ یہ باتفاق علمائے اسلام، چار ائمہ میں منحصر ہے۔ (1) امام اعظم نعمان بن ثابت المعروف بابی حنیفہ (رحمہ اللہ)۔ متوفی 150ھ۔ ان کے متبعین حنفی کہلاتے ہیں۔ (2) محمد بن ادریس شافعی (رحمہ اللہ)۔ متوفی 204ھ۔ ان کے متبعین شافعی کہلاتے ہیں۔ (3) امام مالک بن انس (رحمہ اللہ)۔ متوفی 179ھ۔ ان کے متبعین مالکی کہلاتے ہیں۔ (4) امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ)۔ متوفی 241ھ۔ ان کے متبعین حنبلی کہلاتے ہیں۔

(4) تقلید غیر شرعی یا عرفی:- یعنی شرعی معاملات سے ہٹ کر بلا دلیل کسی کی اتباع کرنا۔ یہ کبھی جائز ہوتی ہے، جیسے مختلف پیشوں یا دنیاوی علوم میں کسی کی اتباع کرنا اور کبھی ناجائز، جیسے ناجائز و خلاف شرع امور و رسوم میں کسی کی اتباع کرنا۔ جیسے کفار کا عقائد و معمولاتِ باطلہ میں اپنے آباء و اجداد کی پیروی کرنا۔ جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے، **وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَّلُ مَا كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ**۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ اور رسول کی طرف آؤ، تو کہتے ہیں، ہمیں تو وہی کافی ہے، جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا۔ اگرچہ ان کے آباء جاہل ہوں اور ہدایت یافتہ نہ ہوں۔ (مائدہ - 104)

تقلید شرعی کی ابتداء و ضرورت:-

تقلید کا آغاز اسی زمانے میں ہوا، جب مذاہب فقہ کی تدوین ہوئی۔ یعنی تقریباً 250ھ میں۔ اور اس کا ظہور، اکابر فقہاء کی اتباع سے ہوا، کیونکہ ہر شخص اس کا اہل نہیں تھا کہ احکام شرعیہ کو ان کے اصل مآخذ سے بذاتِ خود مستنبط کر سکے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، **لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا**۔ اللہ کسی جان کو اس کی ہمت سے زائد آزمائش میں مبتلا کرتا ہی نہیں۔ (بقرہ - 286)

تقلید مطلق بر دلائل :-

- (1) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ چلا، ان کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ (فاتحہ)
- (2) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔ اللہ، رسول اور ان کی جو تم میں حکم کا اختیار رکھنے والے ہیں (یعنی فقہاء)، کی اطاعت کرو۔ (نساء-59)

(3) فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ اگر تم نہیں جانتے، تو اہل علم سے سوال کرو۔ (نحل-43) ... علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں، وفي الإكليل للجلال السيوطي أنه استدلل بهاعلى جواز تقليد العامى فى الفروع، علامہ سیوطی نے اکیل میں اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عام آدمی کے لیے مسائل فرعیہ میں مجتہد کی تقلید کرنا ضروری ہے۔

(روح المعانی، جلد 14 - صفحہ 148)

- (4) وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ۔ جس نے میری طرف رجوع کیا، اس کے راستے پر چلو۔ (لقمان-15)

(5) وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔ اور مسلمانوں سے یہ تو ہونے لگتا کہ سب کے سب نکلیں، تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ (توبہ-122)

تقلید شخصی کے دلائل :-

(1) اجماع علماء اسلام :- کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا، تو انسان ایک ہی وقت میں حلال و حرام دونوں کو جمع کر لیتا، جیسے امام کے پیچھے قرأت

اور ہر ایک، جب چاہتا اپنے مطلب کا مسئلہ لینے کے لئے امام تبدیل کر لیتا۔ پھر جھگڑوں کے مسائل کبھی حل نہ ہو پاتے، کیونکہ ایک، اپنے مطلب کا قول لیتا، دوسرا، دوسرے امام کا قول لیتا۔

امام احمد رضا خان فرماتے ہیں،

☆ تقلید فرض قطعی ہے، قال الله تعالى: فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔ تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ہے۔ وقال صلى الله عليه وسلم الاسئلوا ان لم يعلموا فانما شفاء العی السؤال۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اگر وہ نہیں جانتے تو پوچھتے کیوں نہیں کیونکہ جہالت کی شفاء سوال کرنا ہے۔ (سنن ابی داؤد، جلد 1 صفحہ 49)

☆ اگر ایک مذہب کی پابندی نہ کی جائے تو، خرابی یہ لازم آئے گی کہ، یا تو وقت واحد میں شے واحد کو حرام بھی جانے گا اور حلال بھی جیسے قراءت مقتدی شافعیہ کے یہاں واجب اور حنفیہ کے یہاں حرام اور وقت واحد میں شے کا حرام و حلال دونوں ہونا محال، یا یہ کرے گا کہ ایک وقت حلال سمجھے گا دوسرے وقت حرام، تو یہ اس آیت میں داخل ہونا ہوگا کہ يحلونه عاما ويحرمونه عاما (ایک سال اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور ایک سال اسے حرام ٹھہراتے ہیں) لا جرم پابندی مذہب لازم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 29 - صفحہ 293، 294)

(2) وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ۔ جو ہدایت کے

حصول کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں سے الگ راستہ چلے، تو ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔

(نساء-115)

(3) رسول اکرم (ﷺ) کا فرمان ہے، مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يَفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ۔ جب تمہارے پاس کوئی شخص اس ارادے سے آئے کہ تمہاری لاٹھی توڑ دے یا تمہاری جماعت کو متفرق کر دے، حالانکہ تم کسی ایک کی اطاعت پر متفق ہو چکے ہو، تو تم اسے قتل کر دو۔ (مسلم-1852)

(4) لَا يَجْمَعُ اللَّهُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ أَبَدًا وَيُذِلُّ اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ هَكَذَا فَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مِنْ شَدِّ شَذُوذِ النَّارِ۔ یعنی اللہ میری امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا دستِ رحمت، اس طرح جماعت پر قائم رہتا ہے، پس بڑی جماعت کی پیروی کرو، جو علیحدہ ہوا، وہ جہنم میں علیحدہ کیا گیا۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم۔ صفحہ 199۔ المکتبۃ الشاملۃ)

کس کے لئے تقلید جائز نہیں:-

مجتہد، مجتہد کی تقلید نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس پر اجتہاد واجب ہے۔ مجتہد وہ شخص ہے، جو قرآن و حدیث کے علوم کا ماہر، ناسخ و منسوخ کا پورا علم رکھنے والا، صرف و نحو بلاغت کے علم کا جاننے والا اور قرآن و حدیث کی صریح و مؤول ہر قسم کی آیات سے مسائل اخذ کرنے کی صلاحیت رکھنے والا۔

کن امور میں تقلید جائز نہیں:-

باب عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔ فتاویٰ شامی میں ہے، عَمَّا نَعْتَقِدُ مِنْ غَيْرِ الْمَسَائِلِ الْفَرْعِيَّةِ مِمَّا يَجِبُ اعْتِقَادُهُ عَلَى كُلِّ مُكَلَّفٍ بِلَا تَقْلِيدٍ لِأَحَدٍ وَهُوَ مَا عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَهُمْ الْأَشَاعِرَةُ وَالْمَاتَرِيدِيَّةُ۔ (عقائد) جن کا ہم مسائل فرعیہ کے علاوہ اعتقاد رکھتے ہیں، جو ان امور میں سے ہیں کہ جن پر ہر مکلف کو بغیر تقلید کے اعتقاد رکھنا واجب ہے، وہ عقائد ہیں، جن پر اہل سنت و جماعت ہیں۔ اور وہ اشاعرہ و ماتریدیہ ہی ہیں۔ (رد المحتار۔ صفحہ 48)



﴿غیر اللہ سے استمداد کا بیان﴾

بنیادی عقیدہ:- حقیقتہً مدد فرمانا صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے ساتھ خاص ہے۔ بغیر اس کی عطا کے کوئی ایک ذرہ بھی نہیں دے سکتا، ہاں اس کی عطا سے اس کے مقرب بندے یا دیگر جاندار و بے جان اشیاء ”نفع و ضرر“ کے مالک و وسیلہ ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے اسے مستقل بالذات (یعنی غیر محتاج)، قادرِ مطلق، مالک و مختار اور غنی و بے نیاز مانا جائے، جب کہ انبیاء و اولیاء (علیہم السلام و رضی اللہ عنہم وغیرہ) سے استمداد (یعنی مدد طلب کرنا) انہیں غیر مستقل (یعنی اللہ تعالیٰ کا محتاج)، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے حاصل ہونے والے فیوض و برکات کا سبب و ذریعہ اور قضاے حاجات کے سلسلے میں وسیلہ سمجھ کر کی جائے۔ پھر یہ طلبِ امداد چاہے ماتحت الاسباب ہو یا مافوق الاسباب دونوں طرح جائز ہے۔

اعترض:- اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے کسی غیر سے مدد مانگنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟... کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کے غیر کے سامنے ہاتھ پھیلا نا درست ہے؟

جواب:- یقیناً اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، لیکن یہ اس کی عادتِ کریمہ ہے کہ اس نے ہر کام کے لئے کوئی نہ کوئی وسیلہ ضرور قائم فرمایا ہے۔ چنانچہ غیر اللہ کی طرف رجوع کرنا، اللہ تبارک و تعالیٰ کی مشیت کے عین مطابق اور دراصل اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرنا ہے۔

دلائل:-

(1) وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ (ماندہ-2)

(2) وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ اور صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔ (بقرہ-45)

(3) وَاعِينُونِي بِقُوَّةٍ تو طاقت سے میری مدد کرو۔ (کہف-95)

(4) وَاجْعَلْ لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۚ هَارُونَ أَخِي ۖ اشْذَبْ بِهِ أَزْرِي ۚ اور (اے اللہ) میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک نائب مقرر فرما دے، میرا بھائی ہارون، اس سے میری کمر مضبوط کر۔ (طہ-29,30,31)

(5) لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۚ تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (ال عمران-81)

(6) إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ ۚ اگر تم اللہ (دین) کی مدد کرو گے (تو) اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ (محمد-7)

(7) قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ط قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ۚ (عیسیٰ نے) پوچھا، اللہ تعالیٰ کے لئے کون میرے مددگار ہوں گے؟... حواریوں نے کہا، ہم، اللہ (دین) کے مددگار ہیں۔ (ال عمران-53)

(8) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ اے نبی! آپ کے لئے اللہ اور آپ کی پیروی کرنے والے مومنین کافی ہیں۔ (انفال-64)

(9) فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ج وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ۚ تو بے شک اللہ ان کا مددگار رہے اور جبرئیل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد کرنے والے ہیں۔ (تحریم-4)

(10) إِنِّي أَخْلَقْتُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ج وَأُبْرِئُ الْاَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُخِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی مثل ایک صورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں، تو وہ، اللہ کے حکم سے، فوراً زندہ پرندہ ہو جاتی ہے اور میں، اللہ کے حکم سے، پیدائشی اندھے اور برص کے مریض کو شفاء دیتا ہوں۔ اور اللہ کے حکم سے مردے، زندہ کرتا ہوں۔ (ال عمران-49)

(11) قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُو الْأَيْمُنِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۚ قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ ج وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيَّ أَمِينٌ ۚ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي ۚ سلیمان نے فرمایا، اے درباریو! تم میں سے کون ہے کہ جو ملکہ بلقیس کا تخت، ان کے مطیع و فرمانبردار ہو کر حاضر ہونے سے پہلے میرے پاس لے آئے؟... ایک بڑا خبیث جن بولا، میں اسے آپ کے پاس حاضر کر دوں گا، اس سے پہلے کہ آپ اس مجلس سے کھڑے ہوں اور بے شک میں اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔ (لیکن) جس کے پاس کتاب کا علم تھا، اس نے عرض کی، میں اسے آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دوں گا۔ پھر جب سلیمان نے، تخت کو اپنے پاس موجود دیکھا، تو کہا، یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔ (نمل-38,39,40)

نوٹ:- اس تخت کا طول اسی گز اور عرض چالیس گز کا تھا اور اسے سونے، چاندی سے مرصع کیا گیا تھا۔ دعویٰ کرنے والے حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا تھے، جو اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے تھے۔

(12) قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۚ (جبرئیل نے) کہا، میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا

عطا کروں۔ (مریم-19)

(13) وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔ اور جب یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب! آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائے، تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان پائیں گے۔ (نساء-64)

(14) حضرت ربیعہ ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزارتا تھا، تو (ایک رات) میں آپ کے پاس وضو

کاپانی اور آپ کی حاجت کی چیز (یعنی مسواک وغیرہ) لایا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا، اے ربیعہ! کچھ مانگو۔ میں نے عرض کی، میں آپ سے جنت میں آپ کا پڑوس مانگتا ہوں۔ فرمایا، اس کے علاوہ کچھ اور بھی؟... میں نے عرض کی، بس یہی۔ فرمایا، تو اپنی ذات پر کثرتِ سجود سے میری مدد کر۔

(مسلم- کتاب الصلوٰۃ)

(15) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص کو بچھو نے ڈنگ مار دیا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اس پر دم کروں؟ فرمایا، تم میں سے جو اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکے، تو اسے چاہئے کہ ایسا کرے۔ (مسلم- کتاب السلام)

(16) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو رافع (یہودی) کی طرف ایک جماعت بھیجی۔ ان میں سے حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اس کے گھر میں داخل ہوئے۔ وہ اس وقت سو رہا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے اس کے پیٹ پر تلوار رکھی حتیٰ کہ وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔ میں سمجھ گیا کہ میں اسے قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ پھر میں نے واپس آنے کے لئے دروازہ کھولا اور سیڑھیاں اترنے لگا، جب آخری سیڑھی پر قدم رکھا تو (پیر پھسلنے کے باعث) میں گر پڑا۔ جس کی وجہ سے میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اپنے عمامے سے اسے باندھ دیا۔ جب میں رسول اللہ ﷺ تک پہنچا، تو میں نے اس کے بارے میں آپ کی خدمت میں عرض کی۔ فرمایا، اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دیا۔ فَمَسَحَهَا فَكَانَتْهَا لَمْ أَشْكِكْهَا قَطُّ۔ آپ نے اپنا دستِ اقدس اس پر پھیر دیا، تو وہ اس طرح ٹھیک ہو گیا کہ گویا میں نے کبھی اس کی شکایت ہی نہ کی تھی۔ (بخاری باب- 4039)

(17) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ حدیبیہ کے دن پیا سے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ڈول تھا جس سے آپ نے وضو فرمایا۔ جب آپ فارغ ہوئے، تو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے ہم وضو کریں اور پانی پیئیں سوائے اس ڈول کے کہ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس ڈول میں رکھا، تو پانی آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پھوٹنے لگا۔ پھر ہم نے اس پانی سے وضو کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ اس دن تعداد میں کتنے تھے؟... فرمایا، اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہم لوگوں کو کافی ہوتا، بہر حال ہم پندرہ سو تھے۔ (بخاری باب- کتاب المغازی)

(18) حضرت یزید بن ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر ایک چوٹ کا نشان دیکھا تو عرض کی کہ اے ابو سلمہ! یہ چوٹ کیسی ہے؟... فرمایا، یہ وہ چوٹ ہے کہ جو مجھے خیبر کے دن لگی تھی تو لوگوں نے کہا تھا کہ سلمہ شہید ہو گیا۔ میں اس چوٹ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اس پر تین بار دم فرمایا، تو تب سے اب تک میں کسی تکلیف میں گرفتار نہیں ہوا۔“

(بخاری- کتاب المغازی)

(19) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں گھوڑے پر ٹک کر نہ بیٹھ سکتا تھا، لہذا آپ ﷺ کی خدمت میں اس کے بارے میں عرض کی۔ آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینے سے لگا دیا حتیٰ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں محسوس کیا پھر فرمایا، ”اے اللہ عزوجل! اسے ثابت رکھ، اسے ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنادے۔“ فرماتے ہیں کہ ”اس کے بعد میں کبھی بھی اپنے گھوڑے سے نہ گرا۔“

(بخاری، کتاب المغازی)

(20) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”میرے والد کا انتقال ہوا تو ان پر کچھ قرض تھا۔ میں نے ان کے قرض خواہوں سے کہا کہ ”اس قرض کے بدلے میں میرے باغ میں موجودہ کھجوریں لے لیں۔“ لیکن (چونکہ یہ کھجوریں مقدار میں تھوڑی تھیں لہذا) انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ جانتے ہی ہیں کہ میرے والد، احد کے دن شہید ہو گئے تھے اور بہت سا قرض چھوڑ گئے ہیں، لہذا میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کو دیکھیں۔ یہ عرض سن کر آپ نے فرمایا، جاؤ، ہر قسم کی کھجور کا الگ الگ ڈھیر لگا دو۔ میں نے حسب حکم یہ کام کر کے آپ کی خدمت میں پیغام بھجوادیا۔ جب آپ تشریف لائے اور قرض خواہوں نے آپ کو دیکھا، تو ان کے چہروں پر غصہ کے آثار نمودار ہو گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو ان کھجوروں میں سے بڑے ڈھیر کے آس پاس تین چکر گھومے، پھر اس پر بیٹھ گئے اور فرمایا، اپنے قرض خواہوں کو ہمارے سامنے بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہو گئے، تو آپ ناپ کروا کروا کر انھیں عنایت فرماتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا تمام قرضہ ادا فرمادیا۔ میں اس پر راضی تھا کہ بس اللہ تعالیٰ میرا قرضہ ادا فرمادے چاہے میں اپنی بہنوں کو ایک کھجور بھی نہ پہنچا سکوں، مگر اللہ عزوجل نے سارے ڈھیر کو سلامت رکھا حتیٰ کہ میں نے اس ڈھیر کو دیکھا کہ جس پر رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ اس سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی تھی۔“

(الوصایا)

(21) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جہاد میں شرکت کی۔ میں ایک ایسے اونٹ پر سوار تھا، جو بہت تھک گیا تھا جس کے باعث صحیح طرح چل بھی نہ سکتا تھا۔ اسے ملاحظہ فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا، ”تمہارے اونٹ کو کیا ہوا؟“ میں نے عرض کی، ”تھک گیا ہے۔“ یسین کر رسول اللہ ﷺ نے اونٹ کو ڈانٹا، پھر اس کے لئے دعا فرمائی۔ آپ کی دعا کی برکت سے وہ اونٹ، دوسرے اونٹوں سے آگے آگے چلنے لگا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا، اپنے اونٹ کو کیسا پاتے ہو؟ میں نے عرض کی، اس تک آپ کی برکت پہنچ گئی ہے۔“

(بخاری، کتاب الجہاد والسیر)

(22) حضرت یعلیٰ بن مرثدہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوران سفر ہم ایک گھاٹ پر سے گزرے تو ایک عورت، رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں اپنا بچہ لائی، جسے دیوانگی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بچے کی ناک کا بانسہ پکڑ کر ارشاد فرمایا، نکل! میں محمد رسول اللہ ہوں۔ پھر ہم آگے بڑھ گئے۔ جب واپس لوٹے اور اسی گھاٹ پر سے گزرے تو عورت سے اس کے بچے کے بارے میں سوال کیا۔ وہ بولی، ”اس ذات پاک کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ ہم نے آپ کے بعد اس سے کوئی مشتبہ چیز نہیں دیکھی۔“ (مشکوٰۃ - باب المعجزات)

(23) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ”(اے لوگو!) تم کہتے ہو کہ ”ابو ہریرہ، نبی مہتر ﷺ کی احادیث مبارکہ زیادہ بیان کرتا ہے۔“ (بات دراصل یہ ہے کہ) میرے مہاجر بھائیوں کو بازار میں چیخ و پکار مشغول رکھتی تھی (یعنی وہ تجارت وغیرہ کیا کرتے تھے) اور انصاری بھائیوں کو ان کے مالوں میں کام کاج مصروف رکھتا تھا (یعنی وہ زراعت کیا کرتے تھے) میں ایک مسکین آدمی تھا، رسول اللہ ﷺ کا دامن مبارک خوشدلی کے ساتھ پکڑے رہتا تھا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تم میں سے جو اپنا کپڑا پھیلائے حتیٰ کہ میں اپنا یہ کلام پورا کر لوں، پھر وہ اسے اپنے سینے سے لگا لے تو آئینہ کبھی بھی میری کوئی بھی بات نہ بھولے گا۔ یسین کر میں نے اپنا کمبل بچھا دیا، مجھ پر اس وقت اس کمبل کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ (رسول

اللہ ﷺ نے کچھ پڑھنا شروع فرمایا) حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اپنا کلام پورا کر لیا۔ پھر میں نے وہ کمبل اپنے سینے سے لگا لیا، تو اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا، میں اس دن کے بعد سے رسول اللہ ﷺ کا کوئی فرمانِ عالیشان نہیں بھولا۔ (بخاری، کتاب المزاجۃ)

اعترض:- جوان کے قریب موجود ہو، تو وہ تو ان سے مدد طلب کر لے گا لیکن جوان سے دور ہے، وہ کیا کرے گا؟.....

جواب:- اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم کو دور سے مدد کے واسطے پکارنا کیسا ہے؟ اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم دور سے بعض وقت سنتے ہیں یا سب وقت سنتے ہیں؟... آپ نے فرمایا، شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ روح راقرب وبعید مکانی یکساں است۔ یعنی روح کے لئے جگہ کا دور و نزدیک ہونا برابر ہے۔ تو وہ سب وقت سن سکتے ہیں، مگر ملاءِ اعلیٰ کی طرف توجہ اور ان کا استغراق اکثر کو ہر وقت سننے سے مانع ہو سکتا ہے، مگر اکابر (یعنی بڑے مرتبہ کے حامل اولیاء کرام) کہ جن کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں لکھا، ”استغراق آ نہا بجہت کمال وسعت تدارک آ نہا مانع توجہ بایں سمت نمی شود و ارباب مطالب حاجات خود را از انہامی طلبند می یابند۔ یہ ہر وقت سنتے اور حاجت روائی فرماتے ہیں کہ باذنہ تعالیٰ اسم قاضی الحاجات (حاجت رواء) کے مظہر ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ۔ جلد 9۔ صفحہ نمبر 86)

اولیاء کی جانب مائل ہونے کی بنیادی وجہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ”جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے تو میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ اور میرا بندہ، میری فرض کی ہوئی محبوب چیزوں سے زیادہ کسی شے سے میرا قرب حاصل نہیں کرتا، اور وہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں، اور جب اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی بصارت بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ طلب کرے تو میں ضرور ضرور اسے اپنی پناہ عطا کرتا ہوں۔ (بخاری شریف۔ کتاب الرقاق)

اعترض:- کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ انبیاء و اولیاء کو پکارا گیا لیکن انھوں نے کوئی مدد نہ کی، اگر یہ حضرات مدد پر قادر ہوتے تو فوراً مدد نہ کرتے؟

جواب:- اگر فوراً مدد نہ کرنے پر ”عاجز و غیر قادر ہونے“ کا حکم لگانا درست ہو تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟... کیونکہ ہزار بار اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھی دعا و سوال رد کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ خود اللہ کا وعدہ ہے کہ **وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ** اور تمہارے رب نے فرمایا، مجھ سے دعا مانگو، میں تمہارے حق میں قبول کروں گا۔ (مومن۔ 60)



﴿بدعت کا بیان﴾

تعریف:- لغوی معنی بغیر کسی سابقہ مثال کے کوئی نیا کام۔ اسی معنی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام بدیع بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ**۔ (بقرہ۔ 117)۔ اس کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں، **مُوجِدُهُمْ لَا عَلَى مِثَالِ سَبَقٍ**۔ یعنی آسمانوں اور زمین کو اس طرح ایجاد کرنے والا کہ اس کی کوئی مثال و نظیر پہلے موجود نہ ہو۔ (جلالین)۔

اصطلاحی طور پر اس کی دو طرح تعریف کی گئی ہے۔ (1) وہ فعل یا عقیدہ، جو رسول اللہ (ﷺ) یا صحابہ یا تابعین کے دور کے بعد ایجاد

ہوا اور سنت کے مخالف ہو۔ علامہ جرجانی لکھتے ہیں، **ہی الفعلۃ المخالفة للسنة سمیت البدعة لأن قائلها ابتدعها من غیر مقال امام وہی**

الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي۔ یعنی سنت کے مخالف کام کا نام، بدعت ہے۔ اس لئے کہ اس کا قائل، امام کے قول کے بغیر اسے ایجاد کرتا ہے۔ اور وہ ایک ایسا نیا ایجاد شدہ کام ہوتا ہے کہ جس پر صحابہ اور تابعین نہیں تھے۔ اور نہ وہ ان امور سے ہو کہ جس کا دلیل شرعی تقاضا کر رہی ہو۔ (کتاب التعریفات۔ باب الباء۔ صفحہ 13۔ المکتبۃ الشاملۃ)

(2) وہ نیا کام، جو رسول کریم (ﷺ) کے زمانہ اقدس میں نہ ہو۔

ملا علی قاری (رضی اللہ عنہ) لکھتے ہیں، قال النووي البدعة كل شيء عمل عليه غير مثال سبق وفي الشرع إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله۔ یعنی علامہ نووی نے فرمایا کہ بدعت، ہر وہ شے ہے کہ جس پر عمل کیا جائے، حالانکہ اس کے لئے ماضی میں کوئی مثال موجود نہ ہو۔ اور شرعاً اس چیز کو ایجاد کرنا، جو رسول اللہ (ﷺ) کے دور مبارک میں نہ ہو۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ صفحہ 491۔ المکتبۃ الشاملۃ)

بدعت کی اقسام:- دونوں تعریفات کے پیش نظر، اس کی پانچ اقسام ہیں۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں.... شیخ عزالدین سلام، کتاب القواعد کے آخر میں فرماتے ہیں کہ بدعت یا تو واجب ہے، جیسے اللہ و رسول (عزوجل و ﷺ) کے کلام کو سمجھنے کے لئے علم نحو کا سیکھنا اور جیسے اصول فقہ اور جرح و تعدیل میں کلام کو مدون کرنا۔ اور یا حرام ہے۔ جیسے جبریہ، قدریہ، مرجئہ اور مجسمہ کا مذہب اور ان بدعتیوں کا رد، واجب ہے، کیونکہ ان بدعتیوں سے شریعت کی حفاظت، فرض کفایہ ہے اور یا مستحب ہے۔ جیسے سرحد کی حفاظت کے لئے لشکر کا قیام اور مدارس ایجاد کرنا۔ اور ہر وہ احسان کی صورت جو پہلے دور میں نہ تھی۔ اور جیسے عام جماعت کے ساتھ تراویح اور صوفیاء کی دقیق (پوشیدہ) باتوں میں کلام۔ اور یا مکروہ ہے۔ جیسے مساجد کو خوبصورت بنانا اور شوافع کے نزدیک قرآن کو مزین کرنا اور بہر حال احناف کے نزدیک تو یہ مباح ہے۔ اور یا مباح ہے۔ جیسے شوافع کے نزدیک، فجر و عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا، لیکن احناف کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔ اور جیسے کھانے پینے اور مکانات وغیرہ میں وسعت کرنا۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ صفحہ 491۔ المکتبۃ الشاملۃ)

مذمت:- ☆ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے:- **شَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ**۔ امور میں سے سب سے برے، نئی ایجاد کردہ ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مسلم۔ 867)

☆ مزید ارشاد فرمایا:- **أَوْصِيَكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسِيرَىٰ اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَنِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا النَّوَاجِدَ وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٍ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ**۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور (حاکم کی بات) سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ بے شک جو میرے بعد زندہ رہا، وہ عنقریب اختلاف کثیر دیکھے گا۔ پس تم پر میری اور ہدایت یافتہ و درست خلفاء کی سنت پر قائم رہنا لازم ہے۔ تم اس سنت کو مضبوطی سے تھام لو اور داڑھوں سے سختی سے پکڑ لو اور نئے کاموں کی ایجاد سے بچنا، کیونکہ ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد۔ 4607)

☆ مزید فرمایا:- **مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ يَتَّبِعُهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ يَتَّبِعُهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا**۔ جس نے کسی ہدایت کی جانب بلایا، تو اسے پیروی کرنے والوں کے اجر کی مثل ملے گا، اس طرح کہ ان کے اجر میں سے کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔ جس نے کسی گمراہی کی جانب بلایا، تو اسے پیروی کرنے والوں کے گناہ کی مثل گناہ ملے گا، اس طرح کہ ان کے گناہ میں سے کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔ (ترمذی۔ 2674)

☆ مزید ارشاد فرمایا: وَمَنْ ابْتَدَعَ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ لَا تُرْضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ آثَامٍ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئًا۔ جس نے کسی گمراہی کی ایسی بدعت کو ایجاد کیا، جس سے اللہ اور اس کے رسول راضی نہ ہوں، تو اس پر تمام عمل کرنے والوں کی مثل گناہ ہوگا، اس طرح کہ لوگوں کے بوجھ میں سے کوئی کمی نہ ہوگی۔ (ترمذی-2677)

﴿ہر دور میں ایجاد ہونے والے نئے کام﴾

دور ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ): حضرت زید بن ثابت انصاری سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) تک اہل یمامہ کے قتل کی خبر پہنچی۔ حضرت عمر بھی ان کے پاس تھے۔ انہوں نے کہا، یمامہ میں بہت شدت کی لڑائی ہوئی ہے اور بہت سے لوگ شہید ہو گئے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ اگر کسی اور جگہ بھی اسی شدت کی لڑائی ہوئی اور کثیر حفاظ شہید ہو گئے، تو قرآن کا بڑا حصہ جاتا رہے گا، بشرطیکہ اسے جمع کر لیا جائے اور بے شک میری یہی رائے ہے کہ آپ قرآن کو جمع فرمادیں۔

حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا، کَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟... میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں، جسے رسول اللہ (ﷺ) نے نہ کیا ہو؟... حضرت عمر نے فرمایا، هُوَ وَاللَّهِ خَيْرٌ۔ خدا کی قسم یہ کام زیادہ بہتر ہے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا، عمر، مسلسل اس بارے میں مجھ سے رجوع کرتے رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے میرا سینہ کھول دیا اور میری رائے وہی ہو گئی، جو عمر کی رائے تھی۔ (بخاری-4679)

دور عمر فاروق (رضی اللہ عنہ): حضرت عبدالرحمن بن عبد القاری کہتے ہیں کہ میں رمضان میں حضرت عمر کے ساتھ مسجد گیا، تو کچھ لوگ اپنی اور کچھ جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے۔ تو حضرت عمر نے فرمایا، خدا کی قسم میرے رائے یہ ہے کہ اگر میں ایک امام کے پیچھے جمع کر دوں، تو یہ افضل ہوگا۔ پھر میں ایک دوسری رات آپ کے ساتھ مسجد گیا، تو لوگ ایک امام کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، تو حضرت عمر نے فرمایا، نَعَمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ۔ یعنی یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔ (موطا امام مالک-3)

دور عثمان غنی (رضی اللہ عنہ): حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں، كَانَ النَّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلُهُ إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَى بَكْرٍ، وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النَّدَاءُ الثَّلَاثَ عَلَى الزُّورَاءِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الزُّورَاءُ مَوْضِعُ بِالسُّوقِ بِالْمَدِينَةِ۔ زمانہ نبی مکرم و حضرت ابو بکر و عمر میں، جمعے کے روز اذان کی ابتداء اس وقت ہوتی تھی، جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔ پھر جب حضرت عثمان کا دور آیا اور لوگ زائد ہو گئے، تو تیسری اذان زوراء کے مقام پر زائد شروع کی گئی۔ ابو عبد اللہ کہتے ہیں، زوراء، مدینے کے بازار کے ساتھ ایک جگہ ہے۔ (بخاری-912)

حضرت عبداللہ بن مسعود: حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، لوگوں کو ہر جمعرات کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کی اے ابو عبد الرحمن! کاش آپ ہمیں روز نصیحت فرماتے۔ آپ نے فرمایا، مجھے اس سے فقط اس بات نے روکا ہے کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تمہیں ملال میں مبتلا کر دوں اور وعظ کے سبب کوفت کا شکار کروادوں، جیسا کہ رسول کریم (ﷺ) ہماری کوفت کا لحاظ فرماتے ہوئے، ہمارے ساتھ آسانی فرماتے تھے۔ (بخاری-70)

بعد کے ادوار: جماعت کے اوقات۔ قرآن پر اعراب۔ مسجدوں پر گنبد و مینار۔ مدارس کا قیام۔ ان کا مخصوص کورس۔ سال کا آغاز و اختتام۔ مکانات کی تعمیر۔ شادی بیاہ کے طریقے۔ کلمے۔ ایمان مفصل اور مجمل۔ قرآن کے تیس سپارے۔

یہ امت کبھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی:۔ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے، ☆ إِنَّ اللَّهَ أَجَارَكُمْ مِنْ ثَلَاثٍ خِلَالٍ أَنْ لَا يَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَيْبُكُمْ فَتَهْلِكُوا جَمِيعًا وَأَنْ لَا يَظْهَرَ أَهْلُ الْبَاطِلِ عَلَى أَهْلِ الْحَقِّ وَأَنْ لَا تَجْتَمِعُوا عَلَى ضَلَالَةٍ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں تین فسادات سے بچالیا ہے۔ یہ کہ تمہارا نبی، تمہارے خلاف دعا نہیں کرے گا، کہ تم سب ہلاک ہو جاؤ۔ اور یہ کہ کبھی اہل باطل، اہل حق پر غالب نہیں آ سکتے۔ اور یہ کہ تم کبھی گمراہی پر مجتمع ہو جاؤ۔ اور یہ کہ تم کبھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہو گے۔

(ابوداؤد۔ 4253)



﴿ایصال ثواب کا بیان﴾

تعریف:- ایصال کا مطلب، بھیجنا اور ثواب، اعمال کے بدلے یا اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کے باعث انسان، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و مغفرت اور رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے شفاعت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

نوٹ:- ☆ اس مسئلے میں اصل اختلاف اس بارے میں ہے کہ زندہ انسان اپنے عمل کا فائدہ، مردے تک پہنچا سکتا ہے یا نہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت اس کی حامی ہے، بعض انکار کرتے ہیں۔ نیز نتیجہ، چالیسواں، دسواں، بیسواں، برسی، عرس، گیارہویں، خواجہ صاحب کی چھٹی، کونڈے وغیرہ سب ایصال ثواب کی مختلف صورتیں ہیں۔ ☆ عام مردوں کے ایصال ثواب کے لئے کئے گئے کھانے کو فاتحہ اور اکابرین کے لئے دئے گئے کھانے کو نیاز کہتے ہیں۔

جواز کے دلائل:- (1) قرآن میں حضرت ابراہیم کی دعا منقول ہے، رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ۔ اے ہمارے رب! مجھے، میرے ماں باپ کو اور قیامت تک آنے والے مؤمنین کو بخش دے۔ (ابراہیم۔ 41)

اس سے دو باتیں معلوم ہونیں۔ (1) ایک شخص کے عمل کا فائدہ، دوسرے تک پہنچا سکتا ہے۔ کیونکہ دعا بھی ایک عمل ہے۔ (2) اس میں دنیا سے چلے جانے والوں کی ہی تخصیص نہیں، بلکہ موجود اور قیامت تک آنے والے بھی فیضیاب ہو سکتے ہیں۔

(2) حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ایک سینگوں والا مینڈھالانے کا حکم دیا، جس کے ہاتھ، پیر اور آنکھیں سیاہ ہوں، پھر آپ نے چھری لی، مینڈھے کو پکڑا، اس کو لٹایا اور ذبح فرمانے لگے، پھر فرمایا، ”اللہ کے نام سے، اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے اسے قبول فرما۔ پھر اس کی قربانی کی۔“ (مسلم۔ 1967)

(3) حضرت ابراہیم بن صالح بن درہم (رضی اللہ عنہ) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حج کے ارادے سے نکلے تو ایک شخص (یعنی حضرت ابو ہریرہ) ملے، فرمایا، تمہاری طرف ایک بستی ہے جس کا نام اُبُلہ ہے؟ ہم نے کہا ہاں۔ فرمایا، تم میں سے کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے وہ مسجد عَشَّار میں دو یا چار رکعتیں ادا کرے اور کہے، هَذِهِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ (یعنی یہ ابو ہریرہ کے لئے ہے)۔ میں نے اپنے خلیل ابوالقاسم (ﷺ) سے سنا ہے کہ شک مسجد عَشَّار سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے شہیدوں کو اٹھائے گا کہ سوائے شہداء بدر کے اور کوئی ان کا ہم سر نہ ہوگا۔ (ابوداؤد۔ 4308)

(4) حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میری والدہ فوت ہو گئیں ہیں اور اگر میں ان کی طرف سے کچھ خیرات کروں، تو انہیں فائدہ پہنچے گا؟... فرمایا، ہاں! اس شخص نے عرض کی کہ میرا ایک باغ ہے، میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اسے اپنی ماں کی طرف سے راہِ خدا عز و جل میں دے دیا۔ (ابوداؤد۔ 2882)

(5) حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم (ﷺ) سے دریافت کیا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے کچھ خیرات کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ”ہاں کرو“ میں نے عرض کی ”کون سا صدقہ افضل ہے؟“ ارشاد فرمایا ”پانی پلانا۔“

(نسائی۔ 3666)

مسائل:-

☆ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ہر قسم کی عبادت اور ہر نیک عمل فرض و نفل کا ثواب مردوں کو پہنچایا جاسکتا ہے، ان سب کو پہنچے گا اور بھیجنے والے کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ سب مردوں کو پورا پورا حصہ ملے گا یہ نہیں کہ ثواب تقسیم ہو کر ٹکڑا ٹکڑا ملے۔

☆ اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) تحریر فرماتے ہیں ”(ایصال ثواب کرنے والا ایصال ثواب میں) حضور ﷺ کے طفیل میں تمام انبیاء (علیہم السلام)، اولیائے عظام (رحمہم اللہ) اور مؤمنین و مؤمنات جو گزر گئے اور جو موجود ہیں اور جو قیامت تک آنے والے ہیں، سب کو شامل کر سکتا ہے اور یہی افضل ہے۔

ایک سوال کے جواب میں مزید فرمایا، اس میں اتنا اضافہ اور کرنا انسب (یعنی زیادہ مناسب) ہے کہ ”جتنے مسلمان مرد و عورت اب موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آنے والے ہیں، ان سب کی ارواح کو پہنچا دے۔“ تو اس شخص کو تمام مؤمنین و مؤمنات اولین و آخرین سب کی گنتی کے برابر ثواب ملے گا۔ (فتاویٰ رضویہ۔ جلد نہم جدید)

☆ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو قبرستان سے گزرے پھر گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو ہدیہ کرے تو اسے مردوں کی تعداد کے برابر ثواب عطا کیا جائے گا۔ (دارقطنی)

نوٹ:- ☆ میت کے دنیا سے چلے جانے کے بعد مسلسل سات دن تک صدقہ کرنا مستحب ہے۔ امام طاووس (تابعی) (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ مردے اپنی قبور میں سات روز تک آزمائش میں رہتے ہیں، اس لئے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سات روز تک ان مردوں کی طرف سے کھانا کھلایا کرتے تھے۔ (الحاوی للفتاویٰ۔ جلد 2۔ صفحہ 178)

☆ سات دنوں کے بعد ہر شب جمعہ، عید کے دن، عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن اور شبِ برات میں ایصالِ ثواب بہت بہتر ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”شیخ الاسلام“ کشف الغطاء عملاً لموتی علی الاحیاء (یعنی اس چیز سے پردے کا ہٹنا جو زندوں پر مردوں کے لئے لازم ہے) میں فرماتے ہیں کہ ”غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مؤمنین کی روحیں ہر شب جمعہ، روزِ عید، یوم عاشوراء اور شبِ برات کو اپنے گھر کے باہر آ کر کھڑی رہتی ہیں اور ہر روح غمناک بلند آواز سے ندا کرتی ہے کہ اے میرے گھر والو! اے میری اولاد! اے میرے رشتہ دارو! صدقہ کر کے ہم پر مہربانی کرو۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم جدید)

☆ کھانے وغیرہ کا ایصالِ ثواب کرتے وقت اسے سامنے رکھنا ضروری نہیں، لیکن باعثِ برکت ضرور ہے۔ ایک طویل حدیث میں حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطحہ (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا، رسول اللہ ﷺ اور ابوطحہ (رضی اللہ عنہ) دونوں گھر میں داخل ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، ”اے ام سلیم! تیرے پاس جو کچھ ہے لے آؤ۔“ تو وہ وہی روٹیاں لے کر حاضر ہوئیں۔ رحمتِ دو عالم ﷺ نے ان روٹیوں کو توڑنے کا حکم دیا۔ پھر ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے ان روٹیوں کے ٹکڑوں پر (گھی) کی کچی اوندھا کر ان کا روغنی کر دیا۔

پھر قال رسول اللہ ﷺ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان ٹکڑوں پر جو چاہا، پڑھا۔ پھر ارشاد فرمایا، ”دس شخصوں کو بلاؤ۔“ وہ آئے اور سیر ہو کر کھا کر چلے گئے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا، ”اور لوگوں کو بلاؤ۔“ وہ بھی آئے اور سیر ہو کر کھا کر چلے گئے۔ پھر فرمایا، ”دس اور لوگوں کو بلاؤ۔“ وہ بھی سیر ہو کر کھا کر چلے گئے۔ غرض سب لوگ سیر ہو گئے اور ستر (70) یا اسی (80) لوگ تھے۔ (بخاری۔ 3578)

نوٹ:- نیاز و فاتحہ کو منع کرنا، اس کھانے کو حرام کہنا، غلط ہے۔ اس کے لئے عموماً یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ۔ یعنی اللہ نے تم پر محض مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ شے حرام کی ہے، جس پر غیر اللہ کو پکارا گیا ہو۔ (بقرہ۔ 173)

جواب:- اگر اس آیت کے ظاہر کو لیا جائے، تو ہر وہ شے ہم پر حرام ہونی چاہیے، جس پر اللہ کے غیر کا نام لیا گیا ہو۔ چنانچہ ہمارے قربانی کے جانور، ازواج، کاروبار، مکانات اور دیگر بے شمار استعمال کی چیزیں، ناقابلِ استعمال ہو جائیں گی۔ اس لئے درست وہی ہے، جو مستند تفاسیر کی روشنی میں

اخذ کیا گیا ہے کہ یہاں ماسے مراد، جانور ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس جانور کا کھانا حرام ہے، جس پر بوقت ذبح، غیر اللہ یعنی بتوں کا نام پکارا گیا ہو۔

مستند تفاسیر کی گواہی:-

☆ جلالین (علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی 911ھ):- **أَيُّ ذُبْحٍ عَلَى اسْمٍ غَيْرِهِ وَالْإِهْلَالُ رَفْعُ الصَّوْتِ وَكَانُوا يَرْفَعُونَهُ عِنْدَ الذَّبْحِ لِلَّهِتِهِمْ**۔ یعنی (اس سے مراد وہ جانور ہے، جسے) اللہ کے غیر کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ اہلال، آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں اور وہ کفار، اپنے خداؤں کے لئے جانوروں کو ذبح کرتے وقت آواز کو بلند کیا کرتے تھے۔

☆ بیضاوی (علامہ عبد اللہ بن عمر متوفی 685ھ):- **أَيُّ رَفْعٍ بِهِ الصَّوْتُ عِنْدَ ذَبْحِهِ لِلصَّنَمِ وَالْإِهْلَالُ أَصْلُهُ رُؤْيَا الْهَلَالِ يُقَالُ أَهْلُ الْهَلَالِ وَأَهْلَتُهُ لَكِنْ لَمَّا جَرَتْ الْعَادَةُ أَنْ يَرْفَعَ الصَّوْتُ بِالتَّكْبِيرِ إِذَا رُؤِيَ سُمِيَ ذَلِكَ إِهْلَالًا ثُمَّ قِيلَ لِرَفْعِ الصَّوْتِ وَإِنْ كَانَ لِغَيْرِهِ**۔ یعنی (مراد یہ ہے کہ) بت کے لئے جانور ذبح کرتے وقت آواز بلند کی جائے۔ اہلال، اصل میں چاند کا دیکھنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کس نے چاند دیکھا، میں نے اسے دیکھا، لیکن جب لوگوں کی یہ عادت جاری ہو گئی کہ وہ چاند دیکھ کر بلند آواز سے تکبیر لگاتے تھے، تو اسی تکبیر کے لئے آواز بلند کرنے کا نام، اہلال رکھ دیا گیا، پھر مطلقاً بلند آواز کو اہلال کہنے لگے، چاہے وہ تکبیر کے علاوہ کے لئے ہو۔

☆ مفتاح الغیب (تفسیر کبیر) (علامہ محمد بن عمر فخر الدین رازی متوفی 606ھ):- **فَمَعْنَى قَوْلِهِ وَمَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ يَعْنِي مَا ذُبِحَ لِلْأَصْنَامِ وَهُوَ قَوْلُ مُجَاهِدٍ وَالضَّحَاكُ وَقَتَادَةُ**۔ یعنی اللہ کے فرمان و ما۔ بغیر اللہ کا مطلب یہ کہ وہ جانور جسے بتوں کے لئے ذبح کیا گیا ہو اور یہی مجاہد، ضحاک اور قتادہ کا قول ہے۔

☆ تفسیر ابن کثیر (علامہ اسمعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ):- **وَهُوَ مَا ذُبِحَ عَلَى غَيْرِ اسْمِهِ تَعَالَى مِنَ الْأَنْصَابِ وَالْأَنْدَادِ وَالْأَزْلَامِ وَنَحْوِ ذَلِكَ مِمَّا كَانَتْ الْجَاهِلِيَّةُ يَنْحَرُونَ لَهُ**۔ یعنی اس سے مراد وہ جانور ہے، جسے غیر اللہ یعنی بتوں، شرکاء اور پانسوں اور ان کے علاوہ وہ چیزیں کہ جن کے لئے کفار زمانہ جاہلیت میں جانور ذبح کیا کرتے تھے، کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ نیاز و فاتح کا کھانا درست ہے، حرام و ناجائز نہیں، تو اب درج ذیل آیات وحدیث پر ٹھنڈے دل سے ضرور غور کرنا چاہیے۔
☆ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے، **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحَرُّوا مَوَاطِئَ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ**۔ اے ایمان والو! اللہ نے جو چیزیں تمہارے لئے حلال کیں، انہیں حرام قرار نہ دو اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ، حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (مائدہ- 87)

☆ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا، **قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا ط قُلْ أَلِلَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ**۔ (اے رسول!) آپ کہہ دیجئے، تم خود بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لئے جو رزق اتارا اس میں تم نے اپنی طرف سے حرام و حلال ٹھہرایا، آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ نے اس کی تمہیں اجازت دی.. یا.. اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔“ (یونس- 59)

☆ رسول کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، **الْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ**۔ حلال وہ ہے، جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا، حرام وہ ہے، جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا اور جس سے خاموشی اختیار فرمائی، وہ ان چیزوں میں سے ہے، جن سے اس نے درگزر فرمایا۔ (ترمذی- 1726)

نوٹ:-

وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى أُنَى كَمَا لَا يُحْمَلُ عَلَيْهِ وَزُرْ غَيْرِهِ كَذَلِكَ لَا يُحْصَلُ مِنَ الْأَجْرِ إِلَّا مَا كَسَبَ هُوَ لِنَفْسِهِ وَمِنْ هَذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ اسْتَنْبَطَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ وَمَنْ اتَّبَعَهُ أَنَّ الْقِرَاءَةَ لَا يَصِلُ إِهْدَاءُ ثَوَابِهَا إِلَى الْمَوْتَى لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَمَلِهِمْ وَلَا كَسْبِهِمْ وَلِهَذَا لَمْ يَنْدُبْ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتَهُ وَلَا حَثُّهُمْ عَلَيْهِ وَلَا أَرْشَدَهُمْ إِلَيْهِ

بِنَصِّ وَلَا إِيْمَاءٍ وَلَمْ يُنْقَلْ ذَلِكَ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَلَوْ كَانَ خَيْرًا لَسَبَقُونَا إِلَيْهِ وَبَابُ الْقُرْبَاتِ يُقْتَصَرُ فِيهِ عَلَى النُّصُوصِ وَلَا يُتَصَرَّفُ فِيهِ بِأَنْوَاعِ الْأَفْسِسَةِ وَالْأَرَاءِ فَأَمَّا الدُّعَاءُ وَالصَّدَقَةُ فَذَلِكَ مُجْمَعٌ عَلَى وَصُولِهِمَا وَمَنْصُوصٌ مِنَ الشَّارِعِ عَلَيْهِمَا - تفسیر ابن کثیر میں ہے، یعنی اور بے شک انسان کے لئے وہی ہے، جو اس نے کوشش کی یعنی جیسے اس پر کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں لاد جائے گا، اسی طرح وہ صرف اسی عمل سے اجر حاصل کر سکتا ہے کہ جسے اس نے خود اپنے لئے کیا ہو۔ اس آیت سے امام شافعی اور آپ کے تبعین نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ قراءتِ قرآن کے ثواب کا ہدیہ، مردوں تک نہیں پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ یہ ان کے عمل و کسب سے نہیں اور اسی سبب سے نبی کریم (ﷺ) نے اسے اپنی امت کے لئے مستحب قرار نہیں دیا ہے۔ نہ ہی اس کی ترغیب دی ہے۔ نہ ہی اس کی طرف صراحت ہدایت فرمائی، نہ کنایہ و اشارہ۔ نہ ہی یہ صحابہ میں سے کسی سے منقول ہے۔ اگر یہ بہتر ہوتا، تو وہ ضرور اس کی جانب ہم سے سبقت لے جاتے۔ اور عبادات کے معاملے میں فقط نصوص (قرآن و حدیث) پر ہی اقتصار کیا جاتا ہے اور اس میں قیاس و آراء کی مختلف اقسام سے کام نہیں لے سکتے۔ ہاں، بہر حال دعا و صدقہ، تو اس کے مردوں تک پہنچنے کا مسئلہ متفق علیہ ہے اور اس پر شارع کی جانب سے نص بھی وارد ہے۔ (جلد 7-463)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ضروری اصطلاحات﴾

جائز اعمال:- فرض (اعتقادی و عملی)۔ واجب۔ سنت مؤکدہ۔ سنت غیر مؤکدہ۔ مُسْتَحَب۔ مباح۔

ناجائز اعمال:- حرام۔ مکروہ تحریمی۔ اِساءت۔ مکروہ تنزیہی۔ خلافِ اَوَّلٰی۔

﴿شرعی حیثیت﴾

فرض اعتقادی:- جس کا لازم ہونا، کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اس کا انکار کرنے والا ائمہ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً کافر ہے۔ اور اگر اس کی فرضیت دین اسلام کے عام خاص پر روشن واضح مسئلہ ہو، جب تو اس کے منکر کے کفر پر ایسا اجماع قطعی ہے کہ جو اس منکر کے کفر میں شک کرے، خود کافر ہے۔ جو کسی فرض اعتقادی کو بلا عذر صحیح شرعی، قصداً، ایک بار بھی چھوڑے، فاسق و مرتکب کبیرہ و مستحق عذابِ نار ہے۔ جیسے نماز، رکوع، سجود۔

فرض عملی:- جس کا لزوم، کسی دلیل ظنی سے ثابت ہو، لیکن نظر مجتہد میں بدلائل شرعیہ ایسا لازم ہو کہ اس کی ادائیگی کے بغیر انسان بری الذمہ نہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی عبادت کے اندر فرض ہے، تو وہ عبادت اس کے بغیر، باطل و کالعدم ہوگی۔ اس کا بلا وجہ انکار، فسق و گمراہی ہے۔ جیسے احناف کے نزدیک، وضو میں چوتھائی سر کا، جب کہ شافعیہ کے نزدیک ایک بال اور مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح فرض ہے۔ اس فرض عملی میں ہر شخص اپنے امام کی پیروی کرے، بلا ضرورت شرعی دوسرے کی پیروی جائز نہیں۔

واجب اعتقادی:- جس کا لزوم کسی دلیل ظنی سے ہو۔ جیسے قربانی کا وجوب۔ اس کا ایک بار بھی قصداً چھوڑنا، گناہِ صغیرہ اور چند بار ترک کرنا کبیرہ ہے۔

سنت مؤکدہ:- وہ جس کو حضور اقدس نے ہمیشہ کیا ہو۔ البتہ تعلیم امت کے لئے کبھی ترک بھی فرمایا ہو۔ یا وہ اس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو، مگر جانب ترک بالکل مسدود نہ فرمادی ہو۔ اس کا ترک اسأت، کرنا ثواب اور کبھی کبھی ترک پر عتاب اور اس کی عادت پر عذاب ہوگا۔

سنت غیر مؤکدہ:- جس کا ترک شرع کو ناپسند ہو، مگر اس حد تک نہیں کہ اس پر سزا ہو۔ حضور سید عالم نے اس پر مداومت فرمائی یا نہیں۔ اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا، اگرچہ عادت ہو، عتاب و عذاب کا سبب نہیں۔

مستحب:- وہ کہ نظر شرع میں پسند ہو، مگر ترک پر کچھ بھی ناپسندیدگی نہ ہو۔ خواہ خود حضور اقدس نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دی یا علمائے کرام نے پسند فرمایا، اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا۔ اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔

مباح:- وہ جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہو۔ حرام:- یہ فرض کا مقابل ہے۔ اس کا ایک بار بھی قصداً کرنا، گناہِ کبیرہ و فسق ہے اور چنانچہ فرض و ثواب۔

مکروہ تحریمی:- یہ واجب کا مقابل ہے، اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے، اگرچہ اس کا کرنا گناہِ حرام سے کم ہے اور چند بار اس کا ارتکاب کبیرہ ہے۔

اساءت:- جس کا کرنا برا اور نادرأ کرنے والا مستحق عتاب اور التزام فعل پر استحقاق عذاب۔ یہ سنت مؤکدہ کے مقابل ہے۔

مکروہ تنزیہی :- جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں، مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے۔ یہ سنت غیر موکدہ کے مقابل ہے۔

خلاف اولی :- وہ کہ نہ کرنا بہتر تھا، لیکن کیا، تو کچھ مضائقہ و عتاب نہیں۔ یہ مستحب کا مقابل ہے۔

دلائل سَمْعِیہ کی اقسام و احکام :- قرآن و سنت، دلائل سمعیہ کہلاتے ہیں، کیونکہ ان کے ثبوت کا تعلق، فقط سماع سے ہے۔ قیاس کو اس سلسلے میں کوئی عمل دخل حاصل نہیں۔ ان کی چار اقسام ہیں۔

﴿1﴾ قَطْعِی الثبوت وَ قَطْعِی الدلالت :- وہ دلیل، جو ایسے ذریعے سے ثابت ہو، جس میں شک کی کوئی گنجائش نہ ہو اور اس کی اپنے مقصود پر دلالت بھی اتنی قطعی اور واضح ہو کہ اس سلسلے میں کسی مجتہد کی تفسیر کی حاجت نہ رہے۔ مثلاً قرآن کی وہ آیات جو مُفسَّرہ و مُحکمہ ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان، اَقِیُوا الصَّلَاةَ وَ آتُوا الزَّكَاةَ (یعنی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو)..... اور ایسی احادیث متواترہ جن کا مفہوم قطعی ہو۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کا فرمان، مَنْ تَعَمَّدَ عَلٰی كَذِبًا فَلْيَبْئُؤْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ یعنی جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے۔ (بخاری۔ حدیث 108) حکم :- اس قسم سے فرض و واجب و سنت و مکروہ تحریمی و اساءات میں سے ہر چیز ثابت ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ مذکورہ آیت سے نماز و زکوٰۃ کی فرضیت ثابت ہو رہی ہے۔

﴿2﴾ قَطْعِی الثبوت وَ ظَنِّی الدلالت :- وہ دلیل، جو ایسے ذریعے سے ثابت ہو، جس میں شک کی کوئی گنجائش نہ ہو، لیکن اس کی اپنے مقصود پر دلالت قطعی نہ ہو یعنی ان کا مقصود، مجتہد کی تفسیر کے بغیر واضح نہ ہو۔ جیسے قرآن عظیم کی آیات مُؤوِّلہ۔ جیسے یٰۤاَنفُسَہِیْنَ ثَلَاثَ قُرُوْءٍ۔ یعنی (مطلقہ عورتیں) خود کو تین قروء تک روکے رکھیں۔ یہاں لفظ قروء، حیض اور طہر کے معنی میں مشترک ہے۔ امام اعظم شکی نزدیک قروء سے مراد، حیض اور امام شافعی شکی نزدیک، طہر ہے۔

حکم :- اس قسم سے واجب و سنت و مکروہ تحریمی و اساءات میں سے ہر چیز ثابت ہو سکتی ہے، لیکن فرض و حرام نہیں۔ جیسا کہ مذکورہ آیت سے، طلاق یافتہ عورت کی عدت کا وجوب ثابت ہو رہا ہے۔

﴿3﴾ ظَنِّی الثبوت وَ قَطْعِی الدلالت :- وہ دلیل، جو ایسے ذریعے سے ثابت ہو، جس میں کسی قسم کا شک ہو، لیکن اس کی اپنے مقصود پر دلالت اتنی قطعی اور واضح ہو کہ اس سلسلے میں کسی مجتہد کی تفسیر کی حاجت نہ ہو۔ جیسے حدیث متواترہ کے علاوہ وہ احادیث، جن کا مفہوم بالکل واضح ہو۔ جیسے حدیث، لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔ (یعنی اس شخص کی نماز (کامل) نہ ہوگی، جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے)۔ حکم :- اس قسم سے بھی واجب و سنت و مکروہ تحریمی و اساءات میں سے ہر چیز ثابت ہو سکتی ہے، لیکن فرض و حرام نہیں۔ جیسا کہ مذکورہ حدیث سے نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا وجوب ثابت ہو رہا ہے۔

﴿4﴾ ظَنِّی الثبوت وَ ظَنِّی الدلالت :- وہ دلیل، جو ایسے ذریعے سے ثابت ہو، جس میں کسی قسم کا شک ہو، نیز اس کی اپنے مقصود پر دلالت قطعی نہ ہو یعنی اس کا مقصود اصلی، مجتہد کی تفسیر کے بغیر واضح نہ ہو۔ جیسے احادیث متواترہ کے علاوہ، غیر واضح مفہوم رکھنے والی احادیث مبارکہ۔ جیسے حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ۔ (یعنی بے شک رسول اللہ نے دودھ پیا، پھر کلی فرمائی)۔ اس فرمان میں دودھ کے بعد کلی کے لازم یا غیر لازم ہونے کے بارے میں، کوئی صراحت نہیں، لہذا اسے سنت قرار دیا جائے گا۔ حکم :- اس قسم سے فقط سنت و مستحب و مکروہ تنزیہی و خلاف اولیٰ ہی ثابت ہو سکتا ہے، ان سے اوپر درجے کی مزید کوئی چیز نہیں۔ جیسا کہ مذکورہ حدیث سے دودھ پینے کے بعد، کلی کا مسنون ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

وضو کا بیان

وضو کی شرعی حیثیت:-

☆ نماز، ہر قسم کے سجدے اور بلا حائل قرآن چھونے کے لئے فرض، طواف کے لئے واجب اور باقی مقامات پر سنت... یا... مستحب ہے۔

مسائل و قواعد:- ☆ وضو کے لئے نیت فرض... یا... شرط نہیں۔ لیکن بلا نیت کیا، تو ثواب نہیں ملے گا۔ ☆ دھونے کا مطلب کم از کم دو بوند پانی کا بہہ جانا ہے، جبکہ مسح، تری کا پہنچنا ہے۔ ☆ قوی سے ضعیف ادا ہو جاتا ہے، ضعیف سے قوی نہیں۔ ☆ جس چیز کو بار بار دور کرنے میں حرج ہو، اس کا جرم، مانع صحت وضو نہیں۔ ☆ وضو میں پانی کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ ☆ ایک بار دھونا فرض، تین بار سنت ہے۔ ☆ بال جمنے سے تھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسری تک، چہرہ ہے۔ ☆ جہاں عادتاً بال جمیں، وہاں سے چہرہ کی مقدار کا آغاز ہوگا۔ ☆ داڑھی و مونچھ کے بال گھنے ہوں، تو صرف بال، ورنہ کھال کا دھونا بھی فرض ہے۔ ☆ داڑھی کے جو بال، چہرے کے دائرے میں ہوں، چہرے کے حکم میں ہیں۔ ☆ جس زیور کے نیچے پانی نہ پہنچے، اسے اتار کر پانی بہانا فرض ہے، ورنہ ہلانا کافی ہے۔ ☆ شک سے وضو نہیں جاتا، جس کی پہچان یہ ہے کہ انسان نہ ہونے کی قسم کھا سکے۔ ☆ اگر کسی عضو کے دھلنے میں شک ہو، تو بایاں پیر دھولیں۔ ☆ ہر عضو کے دھوتے وقت، درود پڑھنا افضل ہے۔ ☆ پے درپے اعضاء دھونا فقط سنت ہے۔

وضو ٹوٹنے کے اسباب:-

☆ سونے، نجاست و ریح کے جسم سے خروج کے باعث، منہ بھرتے اور ہر وہ چیز جو زوال عقل اور استرخاء مفاصل کا سبب بنے، ناقض وضو ہے۔ ☆ نجاست سے وضو ٹوٹنے میں مخرج معقود سے اس کا فقط ظہور اور بقیہ اعضاء سے، نکل کر، جن اعضاء کا غسل وضو میں دھونا فرض ہے، ان پر سے بہنے کی صلاحیت رکھنا، ضروری ہے۔ ☆ نیند سے وضو ٹوٹنے میں، سرین کا جمانہ ہونا اور ہیئت کا نیند سے مانع نہ ہونا، شرط ہے۔ ☆ اتنی گہری نیند کہ آواز دیں، تو آنکھ نہ کھلے، مطلقاً ناقض وضو ہے، ورنہ نہیں۔ ☆ جاگتے ہوئے، بالغ کا رکوع و سجود والی نماز میں قہقہہ بھی وضو توڑ دیتا ہے۔ ☆ تھوک پر خون غالب، وضو گیا، ورنہ نہیں۔ سرخ تھوک، غلبہ خون اور زرد، مغلوبہ بیت خون کی علامت ہے۔ ☆ نابالغ پر وضو لازم نہیں۔ ☆ اگر پانی بہانے میں دینی... یا... دنیوی منفعت ملحوظ نہ ہو، تو اسراف ثابت ہوگا۔



غسل کا بیان

اس کے تین فرض ہیں:- (1) کلی و غرغره۔ (2) ناک میں پانی چڑھانا۔ (3) تمام بدن کو کم از کم ایک بار دھونا۔

مسائل و قواعد:- ☆ غسل کے لئے نیت ضروری نہیں، لیکن بلا نیت ثواب نہیں ملے گا۔ ☆ تین بار دھونا سنت ہے۔ لیکن اگر جاری پانی میں نہائیں، تو تھوڑی دیر رکھنے سے سنت پوری ہو جائے گی اور ٹھہرے پانی میں اعضاء کو تین بار حرکت دینے... یا... جگہ بدلنے سے، سنت تثلیث ادا ہو جائے گی۔ ☆ جو چیز پانی کے بدن تک پہنچنے کو مانع ہو اور اسے دور کرنا باعث حرج شدید بھی نہ ہو، تو اسے دور کئے بغیر غسل نہ ہوگا۔ لیکن عورت کے لئے چٹیا کھولنا لازم نہیں، جب کہ جڑ تک پانی پہنچنے کا یقین ہو۔ ☆ کسی جگہ مرض کے باعث پانی پہنچانا باعث تکلیف ہو، تو اس پر مسح کیا جائے گا۔ ☆ غسل کے لئے پانی کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ ☆ جس پر چند غسل ہوں سب کی نیت سے ایک غسل کر لیا سب ادا ہو گئے اور سب کا ثواب ملے گا۔ ☆ فوراً غسل واجب نہیں، بشرطیکہ نماز کے قضاء ہونے خوف نہ ہو۔

☆ حالتِ جنابت میں کھانا پینا اور تعلق زوجین جائز ہے، لیکن افضل ہے کہ کھانے پینے سے قبل ہاتھ منہ دھو کر کلی کر لیں، جبکہ تعلق قائم کرنے سے قبل، وضو کر لیں۔

وجوبِ غسل کے پانچ اسباب ہیں:- (1) حیض۔ (2) نفاس۔ (3) جاگنے پر، کپڑوں پر ایسی تری کا موجود ہونا، جس کے مادہ منویہ ہونے کا یقین.. یا.. غالب گمان ہو۔ (4) زندہ انسان میں دخول۔ (5) مادہ منویہ کا بشہوت اپنے مقام سے جدا ہو کر خارج بدن ہونا۔ ☆ وجوبِ غسل کے بعد، اگر کچھ دیر سونے.. یا.. کم از کم 40 قدم چلنے.. یا.. پیشاب کرنے سے قبل نہائے اور بعدِ غسل، مادہ خارج ہوا، تو دوبارہ غسل لازم ہے۔
حالتِ جنابت میں یہ کام حرام ہیں۔ مسجد میں جانا۔ طواف کرنا۔ بلا حائل قرآن مجید.. یا.. کسی آیت.. یا.. ترجمہ قرآن کو چھونا.. یا.. قرآن کو نبیت قرآن.. یا.. اس کے ترجمے کو زبان سے پڑھنا۔ آیت کا لکھنا۔ ☆ قرآن کو ایسی چیز کے ذریعے پکڑنا بھی منع ہے، جو قرآن.. یا.. جسم کے تابع ہو۔



﴿پانی کا بیان﴾

پانی، تین طرح کے ہیں۔ (1) پاک۔ (2) ناپاک۔ (3) مستعمل۔

(1) پاک:- جس میں کوئی نجاست نہ ہو، نہ ہی اسے ثواب حاصل کرنے یا وضو یا غسل کے لئے استعمال کیا گیا ہو۔

حکم:- و اس سے وضو و غسل جائز۔ و پی سکتے ہیں۔ و ہر قسم کی نجاست ظاہریہ کو دور کیا جاسکتا ہے۔

(2) ناپاک:- جس میں کوئی نجاست ملی ہو۔

حکم:- و اس سے نہ وضو و غسل جائز، نہ پی سکتے ہیں۔ و نیز کسی بھی قسم کی نجاست ظاہریہ کو دور کرنا جائز نہیں۔

(3) مستعمل:- جس میں کوئی ظاہری نجاست شامل نہ ہو اور اسے ثواب کی نیت کے ساتھ یا وضو و غسل کے لئے استعمال کیا گیا ہو۔

و حائضہ یا نفاس والی پانی میں حصولِ ثواب کی نیت کے بغیر ہاتھ ڈالیں، تو مستعمل نہ ہوگا۔

و مستعمل و غیر مستعمل میں سے جس کی مقدار زیادہ ہوگی، حکم اسی کا ہوگا۔

حکم:- و اس سے وضو و غسل جائز نہیں۔ و ہاں بوقتِ ضرورت پی سکتے ہیں۔ و نیز ہر قسم کی نجاست ظاہریہ کو دور کیا جاسکتا ہے۔

ناپاک یا مستعمل کے حصولِ یقین کے ذرائع:-

(1) دیکھنا۔ (2) عادل یا بڑی جماعت کی خبر۔ (3) فاسق و مستور الحال مسلمان کی خبر پر تحری کے بعد دل کی گواہی۔ (4) نجاست کا اثر۔

پانی کی ایک اور تقسیم:- پانی دو طرح کے ہیں۔ (1) جاری۔ (2) ٹھہرا ہوا۔

(1) جاری:- تنکا ڈالیں، تو بہ جائے۔ حکم:- جب تک کسی نجاست کا اثر یعنی رنگ بو ذائقہ ظاہر نہ ہو، پاک ہے۔ یہ کبھی مستعمل نہیں ہوتا۔

(2) ٹھہرا ہوا:- تنکا ڈالیں، تو نہ بہے۔ و پھر اس کی دو اقسام ہیں۔ (i) جو جاری کے حکم میں ہے۔ (ii) ٹھہرا ہوا، جو جاری کے حکم میں نہیں۔

(i) جاری کے حکم میں ٹھہرے پانی کی علامت و شناخت:- و جس کی لمبائی چوڑائی کا حاصل ضرب کم از کم 100 ہاتھ یا 225 فٹ ہو اور گہرائی اتنی کہ

چلو بھریں، تو نیچے کی زمین ظاہر نہ ہو۔ و گولائی میں ہو تو کم از کم 35 ہاتھ یا 52 فٹ، 16 انچ۔ و جاری کے حکم میں ہونے کا مطلب یہ کہ جب تک اس میں کسی

نجاست کا اثر یعنی رنگ بو ذائقہ ظاہر نہ ہو، پاک ہے۔ و یہ بھی کبھی مستعمل نہیں ہوتا۔

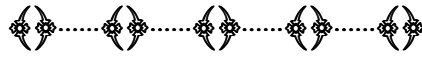
(ii) ٹھہرا، جو جاری کے حکم میں نہیں:- ہر وہ پانی، جس کی لمبائی چوڑائی کا حاصل ضرب 100 ہاتھ.. یا.. 225 فٹ سے کم ہو۔ اور گولائی میں ہو تو 35 ہاتھ.. یا.. 52 فٹ، 6 انچ سے کم ہو۔ جاری کے حکم میں نہ ہونے کا مطلب یہ کہ جب یقین ہو کہ اس میں کوئی نجاست ملی ہے، تو چاہے اس میں کسی قسم کا اثر نجاست نہ ہو، ناپاک ہے۔

پانی کی ایک اور تقسیم:- (1) غیر مقید۔ (2) مقید۔

(1) غیر مقید:- جو منزل من السماء کی صفت پر ہو۔ وَأَفْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّكْهُوْرًا۔ (فرقان - 48)

(i) اسے پانی کہا جائے۔ (ii) رقیق ہو۔ (ii) سیلان یعنی بہنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ (iii) کسی سے کشید کر کے نہ نکالا گیا ہو۔ (iv) نجاست نہ ملی ہو۔ (v) مستعمل نہ ہو۔

(2) مقید:- جو منزل من السماء کی صفت پر نہ ہو۔ و ناپاک کو پاک اور مستعمل کو، غیر مستعمل کرنے کا طریقہ۔



﴿تیمم کا بیان﴾

☆ تیمم کے لئے، نیت شرط ہے۔ (وضو اور تیمم میں فرق؟) ☆ جو پانی یا اس کے استعمال پر قادر نہ ہو، تیمم کرے گا۔

عدم قدرت کی صورتیں:- (i) مطلقاً پانی کا نہ ہونا۔ جیسے سفر کے دوران ٹرین میں۔ لیکن اگر کوئی ساتھ ہے، اس کے پاس پانی ہے اور یقین ہے کہ مانگنے پر دے دے گا، تو مانگنا واجب ہے، بغیر طلب کئے تیمم کر کے نماز پڑھی، تو نہ ہوگی۔ (ii) کافی پانی کا نہ ہونا جیسے بہت تھوڑا ہے، جس سے فقط منہ ہی دھل پائے گا۔ (iii) استعمال ماء پر قادر نہ ہونا۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

☆ عام قیمت سے زیادہ مہنگا پانی ہونا اور حاجتِ ضروریہ سے زائد مال نہ ہونا۔ ☆ جب یقین ہو کہ گرم یا ٹھنڈا کسی بھی قسم کے پانی کا استعمال بیمار کر دے گا یا اسے بڑھا دے گا۔ اس یقین کے ثبوت کے لئے تین میں سے ایک امر کا پایا جانا لازم ہے۔ سابقہ تجربہ، موجودہ مشاہدہ، طبیبِ حاذق و صاحبِ تقویٰ کا مشورہ۔ ☆ حرکت باعثِ ضرر ہو اور دوسرا کوئی نہیں، جو وضو کروائے۔ ☆ اتنی سردی ہو کہ نہانے سے

مر جانے یا بیمار ہونے کا قوی اندیشہ ہو اور لحاف یا آگ وغیرہ، سردی سے بچانے والی کوئی چیز اس کے پاس نہیں۔ ☆ دشمن کی جانب سے مار ڈالنے، مال چھین لینے یا قرض خواہ کی طرف سے قید کر دئے جانے یا کسی جانور کی جانب سے نقصان کا صحیح خوف۔ ☆ فی الحال یا آئندہ پیاس کا صحیح خوف یعنی موجود پانی کو وضو یا غسل میں صرف کیا جائے، تو خود یا دوسرا مسلمان یا اپنا یا اس کا جانور، اگرچہ وہ کتابت جس کا پالنا جائز ہے، پیاسا رہ جائے گا۔ ☆ پانی تھوڑا ہے اور ناپاک کپڑا پاک کرنا ہو۔ ☆ قافلہ نکل جانے کا خوف۔ ☆ عیدین یا غیر ولی ہونے کی صورت میں نماز جنازہ نکل جانے کا اندیشہ۔

☆ پانی کے استعمال سے طہارت کا قائم نہ رہنا۔ جیسے قطرہ نکل آنا۔

☆ جسم کا اکثر حصہ درست ہو، تو اسے دھونا اور باقی کا براہِ راست یا کپڑا ڈال کر مسح کر لینا ضروری ہے۔ اور اگر اکثر خراب ہے، تو تیمم جائز۔ ☆ مسجد میں احتلام ہوا، تو آنکھ کھلتے ہی وہیں تیمم کر کے نکلے، تاخیر حرام ہے۔ ☆ وضو یا غسل کرنے پر قضائے نماز کا خوف ہو، تو تیمم کر کے نماز پڑھے، پھر وضو یا غسل کر کے اعادہ کرنا لازم ہے۔

تیمم کا طریقہ:- دونوں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے، کسی ایسی چیز پر ماریں، جو جنسِ زمین سے ہو۔ زیادہ گرد لگ جائے تو جھاڑ لیں اور اس سے سارے منہ کا مسح کریں۔ پھر دوسری مرتبہ یونہی کریں اور دونوں ہاتھوں کے ناخن سے کہنیوں سمیت مسح کریں۔

☆ جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے، نہ پگھلتی ہے، نہ نرم ہوتی ہے، وہ زمین کی جنس سے ہے۔ پتھر سے تیمم کرنے میں اس پر غبار کا ہونا لازم نہیں۔
☆ وضو اور غسل، دونوں کا تیمم ایک ہی طرح ہے۔

تیمم کے فرائض:- (1) نیت۔ (2) چہرے کا مسح۔ (3) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح۔

☆ نماز اس تیمم سے جائز ہوگی، جو پاک ہونے کی نیت یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کیلئے کیا گیا ہو، جو بلا طہارت جائز نہ ہو۔ چنانچہ اگر مسجد میں جانے یا نکلنے یا قرآن مجید چھونے یا اذان و اقامت (یہ سب عبادت مقصودہ نہیں) یا سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے یا زیارت قبور یا دفن میت یا بے وضو ہونے قرآن مجید پڑھنے (ان سب کیلئے طہارت شرط نہیں) کیلئے تیمم کیا، تو اس سے نماز جائز نہیں، بلکہ جس کیلئے کیا گیا، اس کے سوا کوئی عبادت بھی جائز نہیں۔ ☆
نماز جنازہ یا عیدین یا سنتوں کیلئے اس غرض سے تیمم کیا کہ وضو میں مشغول ہوگا، تو یہ نمازیں فوت ہو جائیں گی، تو اس تیمم سے اس خاص نماز کے سوا کوئی دوسری نماز جائز نہیں۔ ☆ جس زمین پر نجاست گری، پھر اگرچہ اس کا اثر باقی نہ رہا ہو، اس سے تیمم جائز نہیں، ہاں اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔
مسئلہ:- زمین یا مٹی میں مستعمل ہونے کا کوئی تصور نہیں۔ ☆ جن چیزوں سے وضو ٹوٹے یا غسل واجب ہو یا پانی پر قادر ہو جائے، تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔



☆ حیض کا بیان ☆

☆ بالغہ عورت کے جو خون عادی طور پر نکلے، حیض، بیماری سے ہو تو، استحاضہ اور بچہ ہونے کے بعد ہو، تو نفاس کہلاتا ہے۔ ☆ اس کی مدت کم سے کم تین دن تین راتیں اور زیادہ سے زیادہ، دس دن دس راتیں ہیں۔ ☆ اگر کسی کو پہلی ہی بار، دس رات دن سے زیادہ آیا، تو دس دن حیض ہے، باقی استحاضہ ہے۔ اور اگر پہلے حیض آچکے ہیں اور عادت دس دن سے کم کی تھی، تو عادت سے جتنا زیادہ ہو استحاضہ ہے۔ ☆ یہ ضروری نہیں کہ مدت میں ہر وقت خون جاری رہے، بلکہ اگر بعض بعض وقت بھی آئے، تو حیض ہی ہے۔ ☆ کم سے کم نو برس سے حیض شروع ہوگا اور انتہائی عمر پچپن سال ہے۔ اس عمر والی عورت کو آئسہ اور اس عمر کو سن ایاس کہتے ہیں۔ ☆ نو برس سے پیشتر آنے والا خون، استحاضہ ہے۔ یونہی پچپن سال کی عمر کے بعد۔ ہاں اس صورت میں اگر خالص خون آئے یا جیسا پہلے آتا تھا، اسی رنگ کا آیا، تو حیض ہے۔ ☆ حاملہ کو آنے والا خون، استحاضہ ہے۔ ☆ دو حیضوں اور نفاس حیض کے درمیان کم از کم پورے پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے۔ مدت سے پہلے آنے والا، استحاضہ ہے۔ ☆ حیض کے چھ رنگ ہیں۔ سیاہ۔ سرخ۔ سبز۔ زرد۔ گدلا۔ مٹیالا۔ سفید رطوبت حیض نہیں۔ ☆ ایام حیض میں رطوبت میں ذرا بھی میلان ہو، تو حیض ہے۔ ☆ دس دن رات کے بعد بھی میلان باقی ہے، تو عادت والی کے لئے عادت کے دن حیض ہیں اور عادت سے بعد والے استحاضہ اور اگر کچھ عادت نہیں، تو دس دن رات تک حیض، باقی استحاضہ۔ ☆ جس عورت کو پہلی مرتبہ خون آیا اور اس کا سلسلہ مسلسل جاری رہا، یہاں تک کہ بیچ میں پندرہ دن کے لئے بھی نہ رکا، تو خون کی ابتداء سے دس دن تک حیض اور بیس دن استحاضہ ہوگا۔ اور اگر اس سے پیشتر حیض آچکا ہے، تو اب عادت کے دن، حیض اور باقی، استحاضہ ہے۔ ☆ جس عورت کو تین دن سے کم خون بند ہو گیا اور پندرہ دن سے پہلے، پھر آ گیا، تو آغاز سے حیض ہے۔ اب اگر عادت معروف ہے، تو عادت، ورنہ شروع سے دس دن تک حیض اور باقی استحاضہ ہے۔

﴿نفاس کا بیان﴾

☆ نفاس کی کم سے کم کوئی مدت نہیں اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن رات ہے۔ ☆ چالیس دن سے زیادہ خون آیا، تو اگر پہلی بار ہے یا یہ یاد نہیں کہ اس سے پہلے بچہ پیدا ہونے کے بعد کتنے دن خون آیا تھا، تو چالیس دن رات نفاس ہے، باقی استحاضہ۔ اور پہلی عادت معلوم ہو، تو عادت کے دنوں تک نفاس اور جتنا زیادہ وہ استحاضہ ہے۔ ☆ حمل ساقط ہو گیا، لیکن بچے کا کوئی عضو بن چکا تھا، جس کی مدت کا اندازہ 120 دن ہے، تو یہ خون، نفاس ہے۔ ورنہ اگر تین دن رات تک رہا اور اس سے پہلے پندرہ دن پاک رہنے کا زمانہ گزر چکا ہے، تو حیض ہے اور تین دن سے پہلے ہی بند ہو گیا یا ابھی پورے پندرہ دن طہارت کے نہیں گزرے ہیں، تو استحاضہ ہے۔ ☆ حمل ساقط ہوا اور یہ معلوم نہیں کہ کوئی عضو بنا تھا یا نہیں، نہ یہ یاد کہ حمل کتنے دن کا تھا اور بعد اسقاط، خون دائماً جاری ہو گیا، تو اسے حیض کے حکم میں سمجھے کہ حیض کی جو عادت تھی اس کے گزرنے کے بعد نہا کر نماز شروع کر دے اور عادت نہ تھی، تو دس دن کے بعد۔ ☆ چالیس دن کے اندر خون بند ہو گیا، تو پاک ہو کر نماز شروع کر دے۔ یہ جاہلانہ خیال ہے کہ عورت 40 دن تک پاک ہی نہیں ہوتی۔ پھر اگر 40 دن کے اندر اندر دوبارہ آیا، تو درمیان کے دن بھی نفاس ہیں۔ ☆ اس کے رنگ کے متعلق وہی احکام ہیں، جو حیض کے ہیں۔ ☆ حیض و نفاس والی کے لئے پڑھنے اور چھونے کے وہی احکام ہیں، جو جنبی شخص کے ہیں۔ ☆ معلّمہ کو حیض یا نفاس ہو تو ایک ایک کلمہ سانس توڑ توڑ کر پڑھائے اور جے کرانے میں کوئی حرج نہیں۔ ☆ ان کے لئے تمام اذکار کلمہ شریف، درود شریف وغیرہ پڑھنا، بلا کراہت جائز، بلکہ مستحب ہے اور ان چیزوں کو وضو یا کلی کر کے پڑھنا بہتر اور ویسے ہی پڑھ لیا، جب بھی حرج نہیں اور ان کے چھونے میں بھی حرج نہیں۔ ☆ اس حالت میں روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا، حرام ہے۔ پھر نمازوں کی قضا نہیں اور روزوں کی واجب ہے۔ ☆ نماز کا آخر وقت ہو گیا اور ابھی تک نماز نہیں پڑھی کہ حیض آ گیا یا بچہ پیدا ہوا تو وہ نماز معاف ہو گئی۔ ☆ نماز کے وقت میں، نماز کی ادائیگی کے وقت تک، با وضو، ذکر الہی، درود شریف اور دیگر وظائف پڑھنا بہتر ہے، تاکہ عادت قائم رہے۔ ☆ روزے کی حالت میں حیض یا نفاس شروع ہو گیا، تو وہ روزہ جاتا رہا، اس کی قضا رکھے، فرض تھا تو قضا فرض ہے اور نفل تھا، تو قضا واجب ہے۔ ☆ حائضہ و نفساء، بلانیت قربت پانی میں ہاتھ ڈال دیں، مستعمل نہ ہوگا۔

﴿نجاستوں کا بیان﴾

نجاستوں کی اقسام:- نجاست کی اولاد قسمیں ہیں۔

(1) حقیقیہ یعنی جسے دیکھنا یا چھونا یا سونگھ کر محسوس کرنا ممکن ہو۔ (2) حکمیہ جو حقیقیہ کے برعکس ہو۔

حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں:- (i) غلیظہ یعنی شرعاً جس کا حکم سخت ہے۔ (ii) خفیفہ یعنی شرعاً جس کا حکم ہلکا ہے۔

حکمیہ کی تین اقسام ہیں:-

(i) حدث اصغر یعنی بے وضو پن۔ (ii) حدث اکبر یعنی جنابت۔ (iii) حیض و نفاس کی بناء پر طاری حالت۔

غلیظہ نجاستیں یہ ہیں:-

(1) بدن انسانی سے نکلنے والی تمام وہ چیزیں جو وضو یا غسل واجب کرنے کا سبب بنتی ہیں۔ سوائے خروج ہوا کے۔ جیسے پیشاب (چاہے بچے کا ہو یا بڑے کا)، منی، ودی، مذی، آنکھ سے بیماری کی وجہ سے نکلنے والا پانی، منہ بھرتے (بچے کی یا بڑے کی)، زخم سے بہنے کی صلاحیت رکھنے والا خون یا پیپ۔ لیکور یا پاک ہے، وضو بھی قائم رہے گا۔ (2) گھر کے حرام پالتو جانوروں کا پیشاب و گوبر۔

- (3) گھر کے حلال پالتو جانوروں کا گوہر دینا۔ (4) تمام درندوں کا لعاب و پیشاب ولید۔
 (5) گھریلو اونچا نہ اڑ سکنے والے پرندوں کی بیٹ۔ (6) ہر جاندار کا بہتا خون۔
 (7) ہر جانور کی جگالی۔ (8) شراب۔

خفیفہ نجاستیں یہ ہیں۔

(1) حلال پالتو جانوروں کا پیشاب۔ (2) شکاری پرندوں کی بیٹ۔

جن نجاستوں سے بچنے میں حرج شدید ہو، وہ معاف ہیں۔ (حشرات الارض کی بیٹ۔ چگا دڑ کا پیشاب، بلی کا جوٹھا، پیشاب کی باریک چھینٹیں) نجاست غلیظہ و خفیفہ کے احکام:-

- ☆ نجاست غلیظہ اگر ایک درہم سے زائد ہو، تو نماز کے سلسلے میں جسم یا بدن سے اس کا پاک کرنا فرض، برابر ہو، تو واجب اور کم ہو تو سنت۔
- ☆ پہلی صورت میں نماز شروع ہی نہ ہوگی، دوسری میں ہو جائے گی، لیکن بعد میں لوٹنا واجب اور تیسری صورت میں ہو جائے گی اور لوٹنا فقط مستحب۔

- ☆ نجاست غلیظہ اگر گاڑھی یعنی بہنے والی نہ ہو، تو درہم کی مقدار ساڑھے چار ماشہ اور بہنے والی ہو، تو ہتھیلی کی گہرائی ہے۔
- ☆ خفیفہ جسم یا لباس کے جس حصے پر لگے، اگر اس کے ایک چوتھائی کے برابر ہو، تو پاک کرنا لازم، ورنہ سنت ہوگا۔
- ☆ نجاست کی مقدار کے سلسلے میں اصل کا نہیں، بلکہ موجودہ حالت کا اعتبار ہوگا جیسے ناپاک تیل کا پھیل جانا۔



نجس چیزوں کو پاک کرنا

پانی کو پاک کرنا:-

- و نجاست مائع نہ ہو، تو نکال کر، ناپاک پانی کے ساتھ پاک پانی ملا کر اتنا بہائیں کہ اثر نجاست جاتا رہے۔
- و اور اثر ظاہر نہ ہوا ہو، تو فقط تھوڑا سا بہا دینا کافی ہے۔
- و اور مائع ہو، تو پاک ملا کر بہائیں اور اثر ختم کریں، اثر نہ ہو، تو تھوڑا سا بہا دیں۔

عین نجاست کی پاکی:-

ان کی ماہیت و حقیقت بدلنا لازم ہے۔ (شراب، سرکہ، حرام فیڈ، گوشت) (مچھلی، مرغی، بکرا پیشاب)۔ ناپاک پانی اور پھل سبزی۔ جانور، نمک

پانی کے علاوہ اور غیر عین نجس، ناپاک کو پاک کرنا:-

- و کسی غیر عین نجس کے ناپاک ہونے کا مطلب، نجاست کی موجودگی اور پاک ہونا، اس نجاست کا زوال ہے۔
- و عند الاحناف، ہر اس چیز سے ناپاک کی دور کی جاسکتی ہے، جو نجاست کو ساتھ بہا لے جانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ (سرکہ)۔
- و پاکی کا مطالبہ صرف نماز کے حق میں ہے یا جب پاک نہ کرنے پر خود ناپاک ہونے کا اندیشہ ہو، اس کے علاوہ لازم و ضروری نہیں۔
- انہیں نچوڑنا ممکن ہے۔ و نچوڑنا ممکن نہیں۔

غیر عین نجس، ناپاک چیزیں:-

انہیں پاک کرنا، جن کا نچوڑنا ممکن ہے:-

☆ ان میں ایسی نجاست ہے، جو خشک ہو کر جسم بنالیتی ہے۔ اسے مَرْمِیَّہ کہتے ہیں۔

☆ ان میں ایسی نجاست ہے، جو خشک ہو کر جسم نہیں بناتی۔ اسے غیر مَرْمِیَّہ کہتے ہیں۔

☆ اگر انہیں جاری پانی سے دھوئیں، تو مَرْمِیَّہ میں پاکی کی شرط، عین نجاست کا زوال ہے اور غیر مَرْمِیَّہ میں اتنا بہانا کہ دل کو یقین حاصل ہو جائے

کہ پانی اسے بہا کر لے گیا ہے۔

☆ اور غیر جاری سے دھوئیں، تو مَرْمِیَّہ میں پاکی کی شرط، عین نجاست کا زوال اور غیر مَرْمِیَّہ میں، تین بار دھونا اور ہر بار اتنی طاقت سے نچوڑنا لازم

ہے کہ مزید قطرے نہ نکلیں۔

☆ جس نے کپڑا نچوڑا، اس کے اور اس سے کمزور کے حق میں پاک کہلائے گا، طاقتور کے حق میں ناپاک۔

دلیل: لَا يَكْفِيُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسْعَهَا۔ یعنی اللہ عزوجل، کسی جان کو اس کی ہمت سے زیادہ آزمائش میں مبتلا کرتا ہی نہیں۔ (بقرہ۔ 286)

انہیں پاک کرنا، جن کا نچوڑنا ممکن نہیں:-

☆ انہیں تین بار دھوئیں اور ہر بار دھو کر اتنی دیر چھوڑیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے۔

☆ نجاست دور ہوگئی، مگر کچھ اثر باقی ہے، تو حرج شدید نہ ہو، تو اسے بھی زائل کرنا، لازم ہے۔

☆ ناپاک تیل کی چکنائی باقی رہ جائے، تب بھی پاک کہلائے گا۔ لیکن اگر مردار کی چربی لگی تھی، تو جب تک اس کی چکنائی نہ جائے پاک نہ ہوگا۔

بالٹی سسٹم سے پاک کریں۔

جب نجاست کا یقین، لیکن مقام متعین نہ ہو:-

نجاست جذب نہ کرنے والی اور مسام نہ رکھنے والی اشیاء کو پاک کرنا:-

جیسے چینی کے برتن، دھاتوں کی چیزیں، پالش شدہ لکڑی، تو اسے فقط تین بار دھولینا کافی ہے یا کپڑے یا ٹشو سے اس قدر پونچھیں کہ

اثر نجاست بالکل جاتا رہے۔

جوتے پاک کرنا:-

جوتے میں، مثل گو برگاڑھی نجاست لگی، تو اگر چہ وہ تر ہو، کھرچنے اور مٹی میں یا ٹشو سے رگڑنے سے پاک ہو جائیں گے۔

اگر مثل پیشاب پتلی نجاست لگی اور ابھی گیلی ہے، تو اس پر مٹی یا راکھ ڈال کر، تھوڑی دیر بعد رگڑ دیں اور خشک ہوگئی، تو اب بے

دھوئے پاک نہ ہوں گے۔

زمین پاک کرنا:-

ناپاک زمین، ہوا، گرمی یا دھوپ سے خشک ہو جائے اور اثر نجاست ختم ہو جائے، تو پاک ہے۔

درخت، گھاس، دیوار اور ایسی اینٹ جوزمین میں جڑی ہو، زمین کے حکم میں ہیں۔

کھال کی پاکی:-

و سور کے سوا ہر مردار جانور کی کھال سکھانے سے پاک ہو جاتی ہے۔

روئی پاک کرنا:-

مقام متعین ہوا اور روئی کا اتنا حصہ نجس ہوا، جس قدر دھنسنے سے اڑ جانے کا گمان صحیح ہو، تو دھنسنے سے پاک ہو جائے گی، ورنہ بغیر دھوئے پاک نہ ہوگی۔

مقام متعین نہ ہو، تو فقط دھنسنے سے پاک ہو جائے گی۔

﴿شرعی معذور کا بیان﴾

شرعی معذور کی تعریف:- جو شخص ایسے عذر میں مبتلا ہو گیا کہ جس کے باعث دو نمازوں کے درمیان طہارت قائم رکھتے ہوئے کم از کم فرائض ادا کرنا بھی ممکن نہ رہے اور اس عذر کو بغیر مشقت و تکلیف شدید کے روکنے کا کوئی حیلہ یا طریقہ بھی اس کے پاس موجود نہ ہو، شرعی معذور ہے۔

شرعی عذر کا ثبوت:- شرعی عذر کے ثبوت کے لئے با وضو، طہارت کے ساتھ کم از کم وقتی نماز کے فرائض ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر ادا ہو جائیں، تو معذور نہیں۔ اور اگر پورے وقت کے دوران، بار بار کوشش کے باوجود، وقتی فرض طہارت کے ساتھ ادا نہیں ہو پاتے، اس طرح کہ کبھی تو دوران وضو ہی عذر لاحق ہو جاتا ہے اور کبھی وضو مکمل کر لینے کے بعد نماز ادا کرتے ہوئے، حتیٰ کہ آخری وقت آجائے، تو عذر ثابت ہو گیا۔ چنانچہ اب ایسے شخص کو اجازت ہے کہ وضو کر کے نماز ادا کرے، چاہے دوران ادائیگی نماز بیماری کے باعث نجاست بدن سے خارج ہی کیوں نہ ہو رہی ہو۔

☆ اگر اذیت و مشقت میں پڑے بغیر، کسی بھی طریقے سے اس عذر کو اتنی دیر کے لئے روکا جاسکے کہ جتنی دیر میں وضو کر کے وقتی نماز کے کم از کم فرائض ادا کئے جاسکیں، تو لازم ہے کہ وہ طریقہ اختیار کر کے عذر کو وقتی طور پر مؤخر کرے اور نماز فرض، طہارت کے ساتھ ادا کی جائے۔ مثلاً کسی کے زخم سے خون رستا رہتا ہے، تو غور کرے کہ اگر کھڑے ہونے سے بہتا ہے اور بیٹھنے سے نہیں، تو اسے بیٹھ کر نماز ادا کرنا واجب ہوگا۔

شرعی عذر کب تک باقی رہے گا:- ثبوت عذر کے بعد جب تک دو نمازوں کے درمیان یہ عذر ایک مرتبہ بھی پایا جاتا رہے گا، وہ شرعی معذور ہے۔ نیز ثبوت کے بعد آخری وقت کا انتظار کرنا بھی ضروری نہیں، بلکہ اگلی نماز، اول وقت میں وضو کر کے بھی ادا کر سکتا ہے۔

☆ عذر کے منقطع ہونے اور صاحب عذر کے شرعی معذور ہونے سے نکلنے کے لئے پورے وقت کا اس عذر سے خالی ہونا، شرط ہے۔ ☆ عذر ختم ہونے کے بعد، دوبارہ عذر لاحق ہوا، تو دوبارہ امتحان کرنا ہوگا، پہلا اس کے حق میں ناکافی ہے۔ ☆ شرعی معذور کا وضو وقت کے لئے ہوگا، نہ کہ نماز کے لئے۔ چنانچہ اس وضو سے پورے وقت میں جتنی چاہے نمازیں ادا کر سکتا ہے۔ ☆ ان کا وضو قائم رہنے کے لئے دو شرطیں ہیں۔

(1) انھوں نے اپنے عذر کے باعث وضو کیا ہو۔ (2) وضو کرنے کے بعد، عذر کے علاوہ وضو توڑنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے۔

☆ ان صورتوں میں ان کا وضو باقی نہ رہے گا۔ (1) عذر کے علاوہ، حدث لاحق ہونے سے۔ (2) صاحب عذر نے عذر کے علاوہ کسی اور حدث (یعنی وضو توڑنے والی چیز) کے باعث وضو کیا اور جس وقت وضو کیا، اس وقت عذر موجود نہ تھا، بعد میں عذر لاحق ہوا۔ (3) صاحب عذر نے اپنے عذر کی وجہ سے وضو کیا، اب اسی عذر کے باعث نجاست بدن سے نکلی، لیکن نکلنے کا مقام دوسرا ہے۔ مثلاً کسی کی سیدھے نچھنے سے نکسیر جاری رہتی ہے۔ اس نے اسی کی وجہ سے وضو کیا، بعد وضو بائیں نچھنے سے خون نکلا، وضو ٹوٹ گیا۔ (4) صاحب عذر نے بغیر کسی وجہ کے وضو کیا، پھر قطرے وغیرہ خارج ہوئے۔ (5) فرض نماز کا وقت جانے سے۔ لیکن ”فقط وقت کا چلا جانا“ وضو ٹوٹنے کا سبب نہیں بلکہ ”اصل سبب“ کچھ اور ہے، وضو ٹوٹنے کی نسبت وقت کی طرف کرنا ”محض مجازی طرز“ پر ہے۔ چنانچہ معذور حضرات کا وضو وقت کے خروج سے صرف اس وقت ٹوٹے گا کہ جب وضو کرتے ہوئے... یا... اس کے بعد سے وقت نکلنے سے پہلے تک، عذر کے باعث نجاست وغیرہ خارج ہوئی ہو اور اگر وضو کرتے ہوئے نجاست کا بہنا موقوف تھا اور یہ موقوف ہونا وقت نکلنے تک قائم و دائم بھی رہا، تو اب وقت نکلنے سے وضو نہ جائے گا، بلکہ اس وقت ٹوٹے گا کہ جب کوئی دوسری وضو توڑنے والی چیز... یا... یہی خون (وغیرہ) نہیں۔ مثلاً قطروں کی بیماری میں مبتلا ایک شخص نے ظہر سے عصر تک اپنا امتحان لیا۔ معذور ثابت ہونے پر آخری وقت میں وضو کر کے نماز پڑھی۔ اور دوران وضو یا بعد نماز قطرہ آیا،

توبہ ”شرعی معذور“ ہونے کی وجہ سے ظہر کے وقت میں تو وضو نہ ٹوٹے گا لیکن جیسے ہی ظہر کا وقت نکلا وضو چلا جائے گا۔ اور اگر وضو کرتے ہوئے... یا... نماز کی ادائیگی کے بعد کوئی قطرہ وغیرہ نہ آیا، حتیٰ کہ ظہر کا وقت ختم ہو گیا تو اب خروج وقت سے وضو نہ جائے گا۔ ہاں اگر وقت نکل جانے کے بعد عذر... یا... کوئی دیگر حدث پایا گیا تو اب وضو ٹوٹ جائے گا۔ ☆ شرعی معذور اپنے مثل یا خود سے زائد اعذار میں گرفتار کی امامت کر سکتا ہے۔



﴿نماز کا بیان﴾

☆ نماز، خالص بدنی عبادت ہے۔ اس میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی۔ یونہی جب تک نماز پر قدرت ہے، زندگی میں نماز کے بدلے کچھ فدیہ ادا نہیں کیا جاسکتا۔ ☆ فرضیت نماز کا سبب حقیقی، امر الہی اور سبب ظاہری، وقت ہے۔ چنانچہ اول وقت سے آخر وقت تک جب ادا کرے ادا ہو جائے گی۔ اگر ادا نہ کی یہاں تک کہ وقت کا ایک خفیف جزو باقی ہے، تو یہی جزو اخیر سبب ہے۔ لہذا اگر کوئی مجنون یا بے ہوش ہوش میں آیا یا حیض و نفاس والی پاک ہوئی یا صبی بالغ ہو یا کافر مسلمان ہو اور وقت صرف اتنا ہے کہ اللہ اکبر کہہ لے تو ان سب پر اس وقت کی نماز فرض ہوگئی۔ مسئلہ: کسی نے اول وقت میں نماز نہ پڑھی تھی اور آخر وقت میں کوئی ایسا عذر پیدا ہو گیا جس سے نماز ساقط ہو جاتی ہے، تو یہ نماز معاف ہوگئی، اس کی قضا بھی نہیں۔ ☆ جنون و بیہوشی میں شرط ہے کہ علی الاتصال پانچ نمازوں سے زائد کو گھیر لیں، ورنہ قضا لازم ہوگی۔

﴿اوقات نماز کا بیان﴾

☆ وقت فجر، طلوع صبح صادق سے آفتاب کی پہلی کرن طلوع ہونے تک۔ رخ وقت ظہر و جمعہ، آفتاب ڈھلنے سے، ہر چیز کا سایہ، علاوہ سایہ اصلی کے دوگنا ہو جانے تک۔ ☆ وقت عصر، دو مثل سایہ ہونے سے آفتاب ڈوبنے تک۔ رخ وقت مغرب، غروب آفتاب سے غروب شفق تک۔ رخ وقت عشاء و تر، مذکورہ سفیدی سے طلوع فجر تک۔ ☆ عشاء و وتر کا وقت ایک ہی ہے، مگر ان میں باہم ترتیب فرض ہے۔ ☆ جن شہروں میں عشاء کا وقت ہی نہ آئے کہ شفق ڈوبتے ہی یا ڈوبنے سے پہلے فجر طلوع کر آئے۔ تو وہاں والوں کو چاہئے کہ ان دنوں کی عشاء و وتر کی قضا پڑھیں۔

اوقات مستحبہ:-

☆ فجر میں مردوں کے لئے ایسے وقت میں کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے، پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو، تو طہارت کر کے ترتیل کے ساتھ چالیس سے ساٹھ آیت تک دوبارہ پڑھ سکے اور اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ طلوع آفتاب کا شک ہو جائے۔ ☆ حاجیوں کے لئے مزدلفہ میں نہایت اول وقت میں۔ ☆ سردیوں کی ظہر اور جمعہ میں جلدی، گرمی کے دنوں میں تاخیر۔ ☆ عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر، لیکن اتنی نہیں کہ آفتاب پر بے تکلف بے غبار و بخار نگاہ قائم ہونے لگے۔ ☆ روز ابر کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل، دو رکعت سے زائد کی تاخیر مکروہ تزیہی اور اگر بغیر عذر سفر و مرض وغیرہ اتنی تاخیر کی کہ ستارے گتھ گتھ گئے، تو مکروہ تحریمی۔ ☆ عشاء میں تہائی رات تک تاخیر، آدھی رات تک مباح اور اتنی تاخیر کہ رات ڈھل گئی مکروہ ہے۔ ☆ جاگنے پر اعتماد رکھنے والے کے لئے، وتر آخر رات میں پڑھنا۔ ☆ ابر کے دن عشاء و عصر میں تعجیل مستحب ہے اور باقی نمازوں میں تاخیر۔ ☆ عورتوں کے لئے ہمیشہ فجر کی نماز اول وقت میں، باقی نمازوں میں مردوں کی جماعت کا انتظار۔

اوقات مکروہہ:-

☆ طلوع و غروب و نصف النہار، میں کوئی نماز جائز نہیں۔ البتہ اس روز اگر عصر کی نماز نہیں پڑھی، تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے، مگر بلا عذر اتنی تاخیر حرام ہے۔ ☆ ان اوقات میں آیت سجدہ پڑھی، تو سجدے میں تاخیر بہتر، لیکن اگر کر لیا، تو بھی جائز ہے اور اگر وقت غیر مکروہ میں پڑھی تھی تو وقت مکروہ میں سجدہ کرنا، مکروہ تحریمی۔ ☆ جنازہ اوقات ممنوعہ میں لایا گیا، تو اسی وقت پڑھنے میں، کوئی کراہت نہیں۔ کراہت اس صورت میں ہے کہ تیار جنازے میں تاخیر کی یہاں تک کہ وقت کراہت آ گیا۔

☆ ان وقتوں میں نفل نماز شروع کی، تو توڑنا واجب ہے، وقت کامل میں قضا کرے اور اگر نہ توڑی، تو گنہگار ہو اور اب قضا واجب نہیں۔

☆ ان اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت بہتر نہیں۔ ذکر الہی میں حرج نہیں۔

نوافل کی ممانعت کے 12 اوقات:-

- (1) طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک۔ (2) اقامت سے ختم جماعت تک، مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر فجر کی جماعت ملنے کا یقین ہو، اگرچہ قعدہ میں، تو حکم ہے کہ جماعت سے الگ اور دو سنت فجر پڑھ کر شریک جماعت ہو اور اگر جماعت نکل جانے کا خوف ہو، تو سنت میں مشغولیت ناجائز و گناہ ہے۔ (3) نماز عصر سے آفتاب زرد ہونے تک۔ (4) غروب آفتاب سے فرض مغرب تک۔ مگر امام ابن الہمام نے دو رکعت خفیف کا استثناء فرمایا۔ (5) امام کے اپنی جگہ سے خطبہ جمعہ کے لئے کھڑا ہونے سے، فرض جمعہ ختم ہونے تک۔ (6) عین خطبہ کے وقت اگرچہ پہلا ہو یا دوسرا اور جمعہ کا ہو یا خطبہ عیدین یا کسوف و استسقا و حج و نکاح کا ہو ہر نماز حتیٰ کہ قضا بھی ناجائز ہے، مگر صاحب ترتیب کے لئے خطبہ جمعہ کے وقت قضا کی اجازت ہے۔ (7) نماز عیدین سے پہلے، خواہ گھر میں پڑھے یا عید گاہ مسجد میں۔ (8) نماز عیدین کے بعد عید گاہ یا مسجد میں۔ (9) عرفات میں ظہر و عصر ملا کر پڑھیں، تو ان کے درمیان میں۔ (10) مزدلفہ میں مغرب و عشاء کے درمیان۔ (11) جب فرض کا وقت تنگ ہو۔ (12) جس بات سے دل بڑے اور دفع کر سکتا ہو، اسے بے دفع کئے، ہر نماز مکروہ ہے۔

فرائض نماز کا بیان:- 7 ہیں۔ تکبیر تحریمہ۔ قیام۔ قرأت۔ رکوع۔ سجدہ۔ قعدہ اخیرہ۔ خروج بصدعہ۔

☆ جن نمازوں میں قیام فرض ہے، ان میں تکبیر تحریمہ بھی کھڑے ہو کر لگانا، فرض ہے۔ ☆ مقتدی نے، امام سے پہلے تکبیر ختم کی، چاہے، اکبر کی رے ہی کیوں نہ ہو، نماز نہ ہوگی۔ مسئلہ:- اللہ اکبر کی جگہ، دیگر الفاظ تعظیمی کہے، تو یہ تبدیلی مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ نماز شروع ہو جائے گی۔

قیام اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ہاتھ بڑھائے، تو گھٹنوں تک نہ پہنچیں اور اعلیٰ یہ کہ سیدھے کھڑے ہوں۔ ☆ بقدر قرأت فرض، قیام فرض اور بقدر رواج، واجب اور بقدر سنت، سنت ہے۔ رکعت اولیٰ میں، قیام فرض میں، مقدار تکبیر تحریمہ بھی شامل ہوگی اور قیام مسنون میں مقدار ثناء و تعوذ و تسبیح بھی۔ ☆ قیام و قرأت کو واجب یا سنت کہنا، اس معنی میں ہے کہ اس کے ترک پر ترک واجب و سنت کا حکم دیا جائے گا، ورنہ بلحاظ ادا، جتنی دیر قیام کیا اور جو کچھ قرأت کی، سب فرض ہے، اس پر فرض کا ثواب ملے گا۔ ☆ فرض و وتر و عیدین و سنت فجر میں قیام، فرض ہے، چنانچہ یہ نمازیں، بلا عذر صحیح بیٹھ کر پڑھیں، نہ ہوں گی۔ ☆ اگر قیام پر قادر ہے، مگر سجدہ نہیں کر سکتا، تو بہتر ہے کہ بیٹھ کر اشارے سے پڑھی جائیں، لیکن کھڑے ہو کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ☆ اگر سجدہ کرنے سے زخم بہتا ہے، جب بھی بیٹھ کر اشارے سے پڑھنا، مستحب اور کھڑے ہو کر اشارے سے پڑھنا بھی جائز ہے۔ ☆ کھڑے ہونے سے قطرہ آتا یا زخم بہتا ہے اور کوئی حیلہ ایسا نہیں کہ جس سے نجاست کو روکا جاسکے اور بیٹھنے سے ایسا نہیں ہوتا، تو فرض ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھی جائے۔ یونہی کھڑے ہونے سے سے چوتھائی ستر کھل جائے گا یا قرأت بالکل نہ ہو سکے گی، تو بیٹھ کر پڑھیں اور اگر کھڑے ہو کر کچھ پڑھ سکتے ہیں، تو فرض ہے کہ جتنی پر قادر ہوں، کھڑے ہو کر پڑھیں، باقی بیٹھ کر۔ ☆ کچھ دیر بھی قیام ممکن ہو، اگرچہ صرف تکبیر تحریمہ کی مقدار، تو فرض ہوگا کہ کھڑے ہو کر تکبیر لگائیں، پھر بیٹھ جائیں۔

قرأت تمام حروف مخارج سے ادا کرنے کا نام ہے۔ اس میں کم از کم اتنی آواز ضروری ہے کہ خود کو سنائی دے۔ چنانچہ اگر حروف کی تصحیح کی یا ہونٹ ہلائے، مگر خود نہ سنا اور کوئی رکاوٹ مثلاً شور و غل و ثقل سماعت بھی نہیں، تو نماز نہ ہوئی۔ ☆ فرض کی پہلی دو رکعتوں اور وتر و نوافل کی ہر رکعت میں، امام و منفرد پر، کم از کم ایک آیت کا پڑھنا، فرض۔ اور الحمد اور اس کے ساتھ کوئی ایک سورت یا تین چھوٹی آیات یا ایک ایسی آیت، جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو، پڑھنا واجب، اور اس سے زائد سنت یا مستحب ہے۔ ☆ چھوٹی آیت، 2 یا 2 سے زائد کلمات پر مشتمل ہو، نیز اس میں کم از کم 6 حروف ہونی چاہئیں۔ مَذْهَبُ مَشْنُ، اگرچہ پوری ایک آیت اور چھ حروف سے زائد پر مشتمل ہے، لیکن فقط ایک کلمہ ہونے کی وجہ سے، جو از نماز کو کافی نہیں۔

☆ مقتدی کا کسی بھی نماز میں قرأت کرنا، حرام ہے۔ ☆ نماز میں، سورتوں کے مابین، ترتیب واجب ہے، برعکس کرنا، گناہ ہے۔ ☆ فرائض میں ایک ہی سورت کا، بلا ضرورت تکرار، مکروہ تزیہی ہے۔

رکوع رکوع کا ادنیٰ درجہ، اتنا جھکنا ہے کہ ہاتھ بڑھائیں، تو گھٹنے تک پہنچ جائیں اور اعلیٰ یہ کہ پشت سیدھی ہو جائے۔

سجود پیشانی کا زمین پر جمننا، سجدے کی حقیقت ہے۔ اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے، کسی ایک کا پیٹ لگنا شرط، دونوں کی تین تین کا پیٹ لگنا، واجب اور دسوں کا مڑ کر قبلہ رو ہو جانا، سنت ہے۔ نیز ناک کی ہڈی کا زمین لگنا، واجب ہے۔ ☆ اگر دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے، نماز نہ ہوگی، بلکہ صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی، جب بھی نہ ہوئی۔ ☆ کسی عذر کے سبب پیشانی زمین پر نہ لگا سکیں، تو صرف ناک پر سجدہ کریں۔ ☆ کسی نرم چیز مثلاً گھاس، روئی یا قالین وغیرہ پر سجدہ کیا، تو اچھی طرح پیشانی دبائیں۔

قعدہ اخیرہ نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد، پوری التحیات پڑھنے کی بقدر بیٹھنا، فرض ہے۔

خروج بصلوٰۃ یعنی قعدہ اخیرہ کے بعد، سلام وکلام وغیرہ کوئی بھی منافی نماز فعل، قصد کرنا، فرض ہے۔ مگر سلام کے علاوہ کوئی دوسرا فعل قصد اختیار کیا، تو نماز واجب الاعداد ہوئی اور بلا قصد پایا گیا، تو نماز باطل۔

نماز کی شرائط:- اس کی 6 شرائط ہیں۔ (1) طہارت۔ (2) ستر عورت۔ (3) استقبال قبلہ۔ (4) وقت۔ (5) نیت۔ (6) تحریمہ۔

طہارت یعنی مصلیٰ کے بدن کا حدث اکبر و اصغر۔ اور.. بدن و لباس وجگہ کا، نجاست قدر مانع یعنی ایک درہم سے زائد نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا۔ جگہ سے مراد، زمین کا وہ حصہ، جس پر نماز میں اعضائے سجود لگیں۔ ☆ مصلیٰ اگر ایسی چیز کو اٹھائے ہو کہ اس کی حرکت سے وہ بھی حرکت کرے، اگر اس میں نجاست، بقدر مانع ہو، تو نماز جائز نہیں۔ ☆ چادر کا ایک سرا اوڑھ کر نماز پڑھی اور دوسرے سرے میں نجاست ہے، اگر رکوع و سجود قیام و قعود میں اس کی حرکت سے اس جائے نجاست تک حرکت پہنچتی ہے، نماز نہ ہوگی، ورنہ ہو جائے گی۔ ☆ گود میں اتنا چھوٹا بچہ لے کر نماز پڑھی کہ خود اپنی طاقت سے نہ رک سکے، بلکہ اس کے روکنے سے تھما ہوا ہو اور اس کا بدن یا کپڑا، بقدر مانع نماز سے ناپاک ہے، تو نماز نہ ہوگی کہ یہی اسے اٹھائے ہوئے ہے اور اگر وہ اپنی سکت سے رکھا ہوا ہے، اس کے روکنے کا محتاج نہیں، تو نماز ہو جائے گی کہ اب یہ اسے اٹھائے ہوئے نہیں، پھر بھی بے ضرورت کراہت سے خالی نہیں، اگرچہ اس کے بدن اور کپڑوں پر نجاست بھی نہ ہو۔ ☆ اگر نجس جگہ پر اتنا باریک کپڑا بچھا کر نماز پڑھی کہ اس کے نیچے کی چیز جھلکتی ہو، نماز نہ ہوگی۔

ستر عورت مرد کیلئے، ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ستر ہے ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں۔ آزاد عورتوں اور خنثی مشکل، کے لئے 15 اعضاء کے علاوہ، سارا بدن اور لٹکتے ہوئے بال، ستر ہے۔ وہ 15 اعضاء، یہ ہیں۔ اتانمہ، جس کا وضو میں دھونا، فرض ہے۔ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں کی پشت۔ ☆ اتنا باریک کپڑا جس سے بدن جھلکتا ہو، ستر کے لئے کافی نہیں، اس سے نماز پڑھی، تو نہ ہوئی۔ ☆ ایسے موٹے کپڑے میں، جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو، مگر بدن سے بالکل ایسا چمکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے اعضاء کی ہیئت معلوم ہوتی ہے، نماز ہو جائے گی، مگر اس عضو کی طرف دوسرے کو نگاہ کرنا، جائز نہیں۔ ☆ اعضاء ستر میں سے کوئی عضو، چوتھائی سے کم کھل گیا، نماز ہوگئی اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپا لیا، جب بھی ہوگئی اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا.. یا.. بالقصد کھولا، اگرچہ فوراً چھپا لیا، نماز جاتی رہی۔ ☆ اگر چند اعضاء میں سے کچھ کچھ کھلا رہا کہ ہر ایک، اس عضو کی چوتھائی سے کم ہے، مگر ان کا مجموعہ، کھلے ہوئے اعضاء میں سے سب سے چھوٹے کی چوتھائی کے برابر ہو جائے، تو نماز نہ ہوگی۔ مثلاً عورت کے کان کا نواں حصہ اور پنڈلی کا نواں حصہ کھلا رہا تو دونوں کا مجموعہ، کان کی چوتھائی کی مقدار ضرور ہوگا، چنانچہ نماز جاتی رہی۔

استقبال قبلہ یعنی قبلہ رو ہونا، لیکن اس میں، فقط اللہ ہی کو سجدہ کرنے کی نیت ہو، لہذا اگر کسی نے معاذ اللہ، تعظیم کعبہ کے لئے سجدہ کیا، تو حرام و گناہ کبیرہ

☆ کیا اور عبادتِ کعبہ کی نیت کی، تب تو صریح کافر ہے۔ ☆ جو عین کعبہ کی تحقیق کر سکتا ہے، مثلاً سامنے ہے یا مکہ معظمہ کے مکانوں کی چھت پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ سکتا ہے، تو عین کعبہ کی طرف منہ کرنا، فرض ہے، جہت کافی نہیں.. اور.. جسے یہ تحقیق ناممکن ہو، اگرچہ خاص مکہ معظمہ میں ہو، اس کے لئے جہت کعبہ کی جانب رخ کرنا، کافی ہے۔ ☆ دائیں بائیں 45 درجے کے اندر اندر، جہت کعبہ ہے۔ ☆ قبلہ، عمارت کعبہ کا نام نہیں، بلکہ فضا کا نام ہے، چنانچہ اوپر اور نیچے کی سمت، عمارت کے مقابل، ساتویں زمین سے عرش تک قبلہ ہی ہے۔ ☆ جو شخص استقبالِ قبلہ سے عاجز ہو، نہ وہاں کوئی ایسا ہے، جو متوجہ کر دے یا نقصان کا اندیشہ ہے، تو جس رخ نماز پڑھ سکے، پڑھ لے اور اعادہ بھی نہیں۔ ہاں سواری کے روکنے پر قادر ہو تو روک کر پڑھے اور ممکن ہو تو قبلہ کو منہ کرے، ورنہ جیسے بھی ہو سکے اور اگر روکنے میں قافلہ نگاہ سے مخفی ہو جائے گا، تو سواری ٹھہرانا بھی ضروری نہیں، یونہی روانی میں پڑھے۔ ☆ قبلہ معلوم نہیں، نہ کوئی بتانے والا ہے، نہ کوئی ظاہری علامت ہو، تو تحری کرے، اس کے حق میں وہی قبلہ ہے۔ بلا تحری نماز نہ ہوگی اور اس طرح پڑھی اور بعد میں اس کا صحیح یا غلط ہونا یقینی طور پر معلوم ہو گیا، تو ہوگئی۔ ☆ تحری میں خطا، معاف ہے۔ لیکن اس میں دوسرے کی اتباع جائز نہیں۔ ☆ قبلہ سے بلا عذر، قصداً سینہ پھیر دیا، اگرچہ فوراً ہی قبلہ کی طرف ہو گیا، نماز فاسد ہوگئی اور اگر بلا قصد پھر گیا اور بقدر تین تسبیح کے وقفہ نہ ہوا، تو ہوگئی۔

نیت نیت، دل کے پختہ ارادے کا نام ہے، اسی کا اعتبار ہے، زبان کا نہیں۔ لیکن زبان سے کہہ لینا، مستحب ہے۔ ☆ تکبیر سے قبل نیت کی اور شروع نماز اور نیت کے درمیان کوئی امر اجنبی فاصل نہ ہو، نماز ہو جائے گی، اگرچہ تحریمہ کے وقت نیت حاضر نہ ہو۔ ☆ فرض ادا کرتے ہوئے معین کرنا، لازم ہے۔ اور فرض قضا ہو گئے ہوں، تو ان میں تعیینِ یوم و نماز ضروری ہے، مثلاً فلاں دن کی فلاں نماز۔ مطلقاً ظہر وغیرہ یا مطلقاً نماز قضا کا نیت میں ہونا کافی نہیں۔ ☆ اگر کسی کے ذمے بہت سی نمازیں ہیں اور دن و تاریخ بھی یاد نہ ہو، تو اس کے لئے نیت کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلی یا سب سے آخری فلاں نماز جو میرے ذمے ہے۔ ☆ مقتدی کو اقتدا کی نیت بھی ضروری ہے، ورنہ اس کی نماز نہ ہوگی اور امام کو نیتِ امامت، مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لئے ضروری نہیں، یہاں تک کہ اگر امام نے یہ قصد کر لیا کہ فلاں کا امام نہیں ہوں اور اس نے اس کی اقتدا کی، نماز ہوگئی، مگر امام نے امامت کی نیت نہ کی، تو ثوابِ جماعت نہ پائے گا۔ ☆ فقط دل میں نماز توڑنے کی نیت کی، نماز نہ گئی۔

تکبیر تحریمہ نمازِ جنازہ میں تکبیر تحریمہ فرض ہے اور باقی نمازوں میں شرط۔



روزے کا بیان

روزے کی شرعی حیثیت:- رمضان کے روزے ہر عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہیں۔ اللہ فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** یعنی اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم پر ہیزگار ہو جاؤ۔ (بقرہ-183)

تعریف:- شرعاً، مسلمان کا بہ نیتِ عبادت، صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک، اپنے آپ کو قصداً کھانے پینے اور جسمانی تعلق قائم کرنے سے روکنے کا نام ہے۔ ☆ عورت کا حیض سے خالی ہونا شرط ہے، لیکن جنابت روزہ رکھنے میں رکاوٹ نہیں۔

نیت:- دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں، چنانچہ زبان سے الفاظ کی ادائیگی لازم نہیں۔

نیت کا وقت:- ادائے روزہ رمضان، نذر معین اور نفلی روزوں کے لیے نیت کا وقت، غروبِ آفتاب سے ضحہ کبریٰ تک ہے۔

☆ دن میں نیت کی، تو دو احتیاط لازم۔ (i) صبح صادق سے روزے کی نیت ہو۔ (ii) روزہ یاد رہتے ہوئے، روزے کے خلاف کوئی عمل نہ کیا ہو۔

☆ سحری کھانا بھی نیت ہے۔ مگر سحری کھاتے وقت یہ ارادہ ہے کہ صبح کو روزہ نہ ہوگا، تو یہ سحری نیت نہیں۔ ☆ ہر روزے کے لئے الگ نیت درکار ہے۔

روزہ ٹوٹنے کی چار ظاہری صورتیں

(1) قصداً و عمداً (یعنی ارادہ)۔ روزہ یاد ہوا اور توڑنے والا عمل، جان بوجھ کر، قلبی خوشی سے کیا ہو۔

حکم:۔ روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اب اگر یہ بغیر عذر کے ہو، تو گناہ کبیرہ اور عذر کے ساتھ ہو، تو مباح ہے۔ بعض صورتوں میں قضا اور بعض میں قضا و کفارہ دونوں لازم۔

(2) خطاءً (غلطی سے)۔ روزہ یاد ہو، لیکن توڑنے والا عمل غیر ارادی طور پر ہوا اور قلبی خوشی سے نہ کیا ہو۔

حکم:۔ روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اس میں گناہ گارتو نہ ہوگا، لیکن غفلت پر توبہ لازم۔ اس میں صرف قضا لازم ہے، کفارہ نہیں۔

(3) سہواً (بھول کر)۔ روزہ یاد نہ ہوا اور توڑنے والا عمل جان بوجھ کر، قلبی خوشی سے کیا ہو۔

حکم:۔ اس میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔ بخاری و مسلم میں ہے، رسول اللہ فرماتے ہیں، جس روزہ دار نے بھول کر کھایا یا پیا، وہ اپنے روزہ کو پورا کرے کہ اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا۔

(4) اکراہاً (مجبوری میں)۔ جب کوئی قتل، تلف عضو یا زوال عزت کی صحیح دھمکی دے۔ اس میں روزہ یاد ہوتا ہے اور توڑنے والا عمل جان بوجھ کر کیا جاتا ہے، لیکن قلبی خوشی شامل نہیں ہوتی۔

حکم:۔ روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن دل سے راضی نہ تھا، تو گناہ تو بہ کچھ لازم نہیں۔ اس میں بھی صرف قضا ہے۔

روزہ ٹوٹنے کے اسباب:۔ بنیادی اسباب تین ہیں۔

(1) ناک و منہ و آنکھ کے ذریعے کسی شے کا داخل بدن ہونا، بشرطیکہ اس سے بچنے میں حرج شدید نہ ہو۔

(2) قے۔ جب تین شرائط پائی جائیں۔ (i) روزہ یاد ہو۔ (ii) جان بوجھ کر عمل کیا گیا ہو۔ (iii) منہ بھر ہو۔ (3) کسی بھی طرح خود پر غسل واجب کرنا۔

قضا و کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں: جب یہ امور پائے جائیں۔ (i) مکلف و مقیم کا ادائے رمضان کا روزہ ہو۔ (ii) رات میں نیت کی

ہو۔ (iii) قصداً و عمداً توڑا ہو۔ (iv) کوئی صحیح شرعی عذر نہ ہو۔ (v) جنایت کامل ہو۔ (لذت والی چیز سے روزہ توڑا یا تعلق زوجین)۔ (vi) اللہ کی

نافرمانی کا ارادہ ہو۔ (vii) روزہ توڑنے کے بعد، کوئی روزہ چھوڑ دینے کے سلسلے میں شرعی عذر لاحق نہ ہوا ہو، مثلاً حیض یا سخت بیماری۔ (viii) کسی

حدیث کے ظاہری مضمون سے گمان کی غلطی یا قابل اعتماد مفتی صاحب کے فتوے کی بناء پر نہ توڑا ہو۔

صرف قضا لازم ہوتی ہے: جب یہ امور پائے جائیں۔ (i) غیر مکلف یا مسافر ہو یا ادائے رمضان کے علاوہ روزہ ہو۔ (ii) ادائے رمضان

تھا، لیکن دن میں نیت کی ہو۔ (iii) عذر کے سبب توڑا ہو۔ (iv) خطاءً ہو۔ (v) اکراہاً ہو۔ (vi) جنایت ناقص ہو۔ (vii) اللہ کی نافرمانی کا ارادہ

نہ ہو۔ (viii) قے سے ٹوٹا ہو۔ (ix) روزہ توڑنے کے بعد، کوئی روزہ چھوڑ دینے کے سلسلے میں شرعی عذر لاحق ہو گیا ہو، مثلاً حیض یا سخت بیماری۔ (x)

کسی حدیث کے ظاہری مضمون سے گمان کی غلطی یا مفتی صاحب کے فتوے کی بناء پر توڑا ہو۔

کفارہ:۔ (1) ایک غلام آزاد کرے۔ اس پر قادر نہ ہو، تو (2) پے درپے ساٹھ روزے رکھے۔ اور اس پر بھی قادر نہ ہو، تو (3) ساٹھ مساکین کو

☆ روزوں سے کفارہ ادا ہونے کی شرط ہے کہ درمیان میں ایک بھی روزہ نہ چھوٹے، اگر ایسا ہوا، جاسے کسی بھر کر دونوں وقت کھانا کھلائے۔

عذر کے سبب ہی ہو، تو دوبارہ ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے، اگرچہ 59 رکھ چکا تھا۔ مگر عورت کو حیض آ جائے، تو پہلے اور حیض کے بعد والے دنوں مل کر ساٹھ ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے۔

روزہ چھوڑنے کے اعذار:- (1) سفر۔ (2) حمل۔ (3) بچے کو دودھ پلانا۔ (4) مرض۔ (5) بڑھاپا۔ (6) خوفِ ہلاکت۔ (7) اکراہ۔ (8) نقصانِ عقل۔ (9) جہاد۔ (10) حیض و نفاس۔